تعلیم و تربیت کے
سنہرے اصول

(اساتذہ کے لئے)

Acc. No. 2120
Section ...... Series ......
D.D. Class ......
NAJAFI BOOK LIBRARY

تعلیم و تربیت
کے سنہرے اصول

(اساتذہ کے لئے)

تالیف

رضا فرہادیان

مطاف پبلشرز

نام کتاب : تعلیم و تربیت کے سنہرے اصول
(اساتذہ کے لئے)

مؤلف : رضا فرہادیان

ناشر : مطاف پبلشرز

چاپ : جولائی ۱۹۹۷

تعداد : تین ہزار

قیمت : ۳۵ روپئے

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

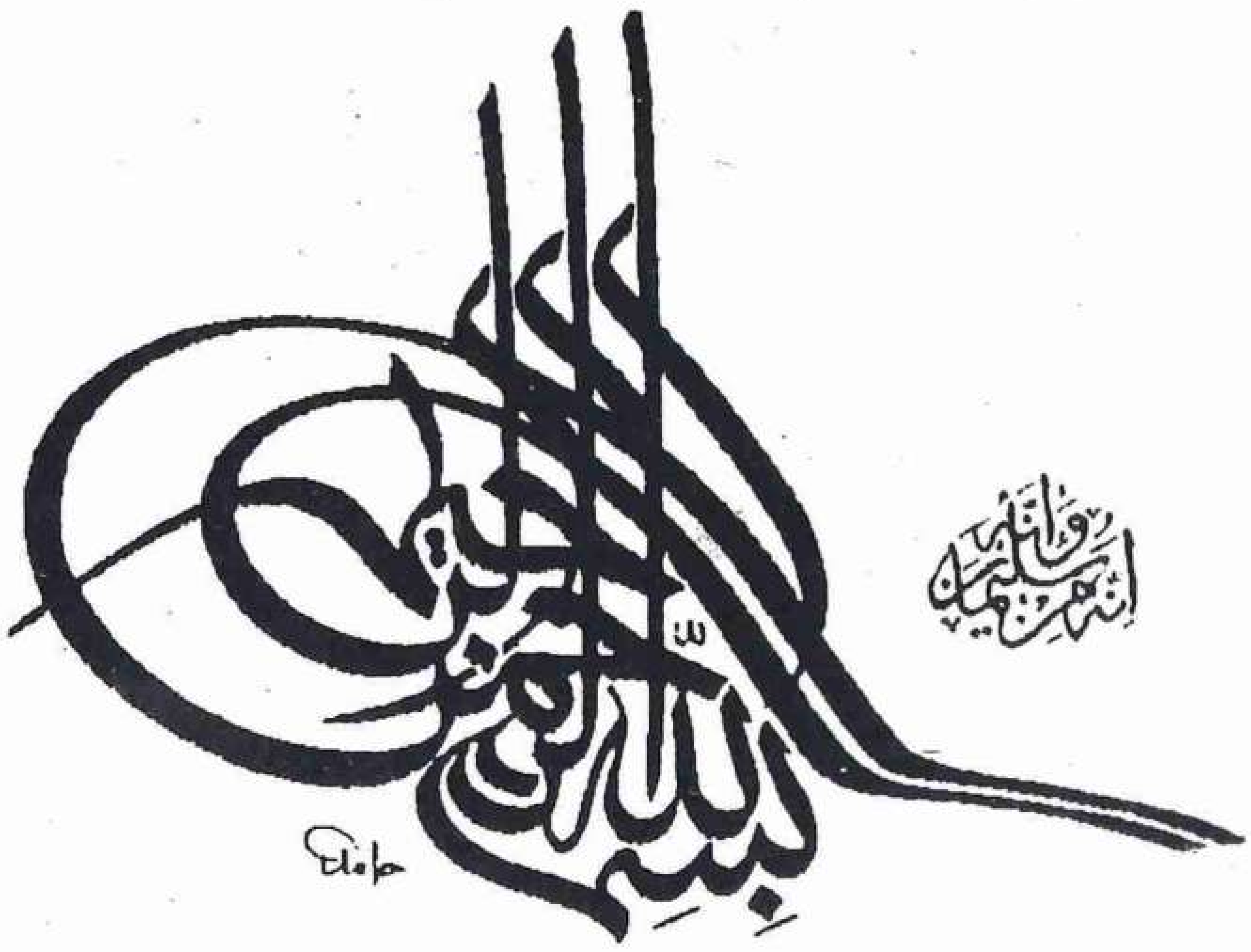
إنه من سليمان وإنه
بسم الله الرحمن الرحيم

فہرست

نونہالوں کی پرورش میں معلم کا کردار	۹
اچھی خصوصیات کا حامل معلم بننے کیلئے قرآن کی عملی راہنمائی	۱۷
آگاہی	۱۷
تواضع اور خشوع	۱۷
حلم و بردباری	۱۷
گفتار و کردار میں نیک طرز عمل	۱۸
تکبر سے دوری	۱۸
میانہ روی اور تعادل	۱۸
وسیع القلبی و آزاد منشی	۱۸
تکلیف سے پرہیز	۱۹
دوسروں کی بدی کا جواب	۱۹
یاد آوری	۱۹
عمل سے خالی گفتگو سے پرہیز	۱۹
انسان کے اخلاق و رفتار میں عقیدہ توحید کے آثار	۲۱
بچوں کی شخصیت کی تعمیر	۳۱
تعلیم و تربیت کا موضوع	۳۳
بچے کی اخلاقی ساخت کی بنیادیں	۳۶
شخصیت کے تمام پہلوؤں پر توجہ	۴۲
پرائمری اسکول میں داخلے سے پہلے	۴۳

مختلف چیزیں سیکھنے میں جذباتی مسائل کا کردار ۴۴
اچھی عادات قائم کرنا ۴۶
بچے کے تکامل میں کھیلوں کا کردار ۴۷
تربیت کے ۱۶۳ اصول ۴۹
بچوں اور نوجوانوں کی تربیت کے بارے میں اہم اور قابل استفادہ نکات ۵۱
بچوں پر زبردستی ۵۲
ابتدائی مرحلے کے تربیتی نکات ۵۵
ناسازگاری ۵۶
آزادی ۵۷
پائیداری ۵۸
برتاؤ ۵۸
عادات کا حصول ۶۲
محبت کا احساس ۶۳
اخلاقی اور تربیتی مسائل ۷۰
بچے اور نوجوان کے ساتھ طرز عمل میں اہم عملی نکات کا خلاصہ ۸۹
تعلیم و تربیت کے سلسلے میں چند اہم ہدایات ۹۵

مقدمہ ناشر

بسم اللہ الرحمن الرحیم.
الذین یبلغون رسالات اللّٰہ و یخشونہ و لایخشون احداً
الا اللّٰہ و کفی باللّٰہ حسیباً. (سورہ احزاب، آیت ۲۹)

اسلام ادیان الہی میں سے سب سے کامل اور حیات بخش دین ہے، جو اپنی چودہ سو سالہ تاریخ میں بہت سے نشیب و فراز سے گزرنے کے بعد یہ ثابت کر چکا ہے کہ وہ پہلے کی طرح اب بھی ثابت و استوار ہے۔ اس نے انسانی معاشروں کے تمام شعبوں میں اپنے وجود کو منوایا ہے۔

وہ پیشرفت اور ترقی جو وحدت مسلمین اور لائق رہبری کے سائے میں مسلمانوں کو نصیب ہوئی تھی، وہ کچھ مدت کے بعد ایک رہبر کی رہنمائی سے محرومیت اور قیادت میں ضروری صلاحیت کے فقدان کی وجہ سے تنزل کا شکار ہوگئی اور یوں دین اور انسانیت کے دشمنوں کے لئے میدان خالی ہوگیا۔

علماء اسلام نے اس تمام مدت میں پوری کوشش کی کہ مکتب الہی کو زندہ رکھیں اور اس راہ میں انہیں بہت سے مصائب و مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ علم و ایمان کے مجسم ان بزرگ علماء

کی یہ عظیم جدوجہد عصر حاضر میں آہستہ آہستہ ثمرآور ہو رہی ہے اور پوری دنیا پر حاکمیّت دین کے سلسلے میں خدائے قادر متعال کی خوشخبری کے وقوع پذیر ہونے کی نوید سنا رہی ہے۔ اس دور میں جب خالص اسلامی ثقافت پر شرق و غرب کی استکباری طاقتیں حملہ آور ہیں تمام مسلمانوں اور بالخصوص نوجوان نسل کے لئے احکام و معارف الٰہی کو سیکھنے کی ضرورت و اہمیت سب پر واضح و آشکار ہے۔

ادارہ "مطاف پبلشرز" جس کا ہدف رسالت الٰہی کی تبلیغ اور دشمن کی ثقافتی یلغار کو روکنا ہے، چاہتا ہے کہ اس راہ میں قدم بڑھائے۔ موجودہ کتاب اس سلسلے میں کی گئی کوششوں کا ایک ثمر ہے، امید ہے ارباب معرفت اسے پسند فرمائیں گے۔

من اللّٰہ التوفیق

مطاف پبلشرز

نونہالوں کی پرورش
میں معلم کا کردار

"غلم الانسان ما لم یعلم" (۱)
خدا نے انسان کو وہ باتیں سکھائیں جو وہ نہیں جانتا تھا۔

ہمارے بے پایاں سلام ہوں اس معلم (۲) پر کہ جسکے ہر کلام سے ہماری روح وجد میں آ جاتی ہے، ہماری استعداد و قابلیت منصہ شہود پر آ جاتی ہے، جسکا ہر کلام ہمیں قوت پرواز عطا کرتا ہے اور ہم پرواز کرتے ہوئے انسانیت کے عظیم مقام تک پہنچ جاتے ہیں اور حکمت کے پاکیزہ سرچشمے سے سیراب ہوتے ہیں۔ معلم کا کلام ہماری چشم بصیرت وا کر دیتا ہے اور ہماری آنکھوں کو عظیم اور بلند اقدار کے جلووں سے آشنا کرتا ہے۔

اے معلم! ہمارے دل تیرے کلام کے مشتاق ہیں کیونکہ تیرے کلام سے ہمیں نئی زندگی ملتی ہے۔ تیرے ارشاد سے روح شوق کے ساتھ منزل کی طرف گامزن ہو جاتی ہے۔ تیرے کردار اور اخلاق کے سامنے دل خاضع اور خاشع ہو جاتا ہے۔ تیرے فکر و نظر کی چمک دمک شاگردوں کی روح کو سکون عطا کرتی ہے اور اسے اپنا غلام بے دام بناتی ہے۔ جی ہاں: "من علمنی حرفا فقد صیّرنی عبدا" (۳) یعنی جس نے مجھے ایک لفظ سکھایا پس اس نے مجھے اپنا غلام بنا لیا۔

۱۔ سورہ علق، آیت ۵

۲۔ معلم اول، رسول اکرم (ص)

۳۔ حضرت علی علیہ السلام

کیا استاد کے حقیقی مقام کی تحسین کی جا سکتی ہے؟ اور اس کے احترام کا حق پوری طرح ادا کیا جا سکتا ہے؟ افسوس کی بات ہے کہ ہمارے معاشرے میں معلم کے حساس اور عظیم کردار کو جس طرح اجاگر ہونا چاہئے تھا ویسا نہیں ہے اور معلم کی عزت و احترام جیساکہ اس کے شایان شان ہے نہیں کی جاتی۔ معلم کا کردار اتنا اہم اور عظیم ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم فرماتے ہیں : "بالتعلیم ارسلت" یعنی میں سکھانے کے لئے بھیجا گیا ہوں (۱) معلم کا تربیت کے حوالے سے اتنا اہم اور حساس کردار ہے کہ حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ "جو شخص خود کو لوگوں کی راہبری کے مقام پر قرار دے اسے چاہئے کہ دوسروں کو تعلیم دینے سے پہلے خود تعلیم حاصل کرے اور زبان کے ذریعے تادیب کرنے سے پہلے اسے عمل کے ذریعے تادیب کرنی چاہئے۔ جو کوئی اپنے نفس کا معلم اور اس کی تہذیب کرنے والا ہے وہ اس شخص سے کہیں زیادہ لائق احترام ہے جو (فقط) لوگوں کا معلم ہے اور انہیں ادب سکھاتا ہے۔ (۲)

پس استاد (کا پیشہ) ایک دشوار اور اہم کام ہے، یہ ایک عظیم ذمہ داری ہے۔ یہ خطیر ذمہ داری ہر شخص کے بس کا کام نہیں، بلکہ اس کے لئے سوز و درد کی ضرورت ہے، محبت اور احساس کی ضرورت ہے، صبر و تحمل کی ضرورت ہے کیونکہ جس چیز کا مرتبہ جتنا عظیم ہوتا ہے اس کی ذمہ داری اتنی ہی بھاری اور اہم ہوتی ہے۔

انسانوں کی تعلیم و تربیت کا مرحلہ پیدائش کی ابتداء سے شروع ہوتا ہے۔ ان کے وجود کی شکل بچپنے میں تشکیل پاتی ہے۔

۱۔ بحار ج ۱ ص ۲۰۶

۲۔ من نصب نفسه للناس اماماً فليبدا بتعليم نفسه قبل تعليم غيره و ليكن تاديبه بسيرته قبل تاديبه بلسانه، و معلم نفسه و مؤدبها احق بالا جلال من معلم الناس و مؤدبهم. (نہج البلاغہ، کلمات قصار، نمبر ۷۳)

"العلم فی الصغر کالنقش فی الحجر" (۱) یعنی "بچپنے کی تعلیم پتھر پر نقش کی طرح ہوتی ہے" یا "و من لم یتعلم فی الصغر لم یتقدم فی الکبر" (۲) یعنی "جو شخص بچپنے میں نہ سیکھے، بڑھاپے میں آگے نہیں بڑھ سکتا"۔

حقیقی استاد وہ ہے جو اپنے شاگردوں کی شخصیّت کی تعمیر کرے، انہیں گھر، گھرانے، ماحول اور ساتھیوں کی غلط عادات اور نا درست طریقہ کار اپنانے سے روکے۔ حقیقت میں معلم کی عظیم ذمہ داری طالب علم کو شخصیت کا احساس دلانا ہے۔ یہ اس کے گفتار اور کردار میں جلوہ نما ہوتی ہے۔ جو معلم اپنے اور شاگردوں کے درمیان دوستی کا رشتہ قائم کرے، ان کے ساتھ مخلص ہو جائے ان کے ساتھ خوشی، امید، محبت اور عظمت سے بھرپور رابطہ برقرار رکھے تو یقینا وہ کامیاب ہے۔ یہ طریقہ طالب علم کے طرز تفکر و کردار میں کافی موثر واقع ہوگا اور اس کے قلب و روح میں نفوذ کرے گا۔

پوری تاریخ میں عظیم شخصیات، اپنی کامیابی اور شخصیت کے ایک عظیم حصے کو آگاہ، مومن اور عظیم اساتذہ و معلمین کا مرہون منت سمجھتی ہیں۔

ایک پڑھے لکھے استاد کے نزدیک پڑھانا صرف مشغلہ اور پیشہ نہیں ہے بلکہ ایک ایسا ذوق اور فن ہے کہ جس کی بنیادیں ہمدرد انسانوں کی بے چین روح کی گہرائیوں میں پائی جاتی ہیں اور یہ پیغمبروں کی سیرت اور مشن کا ایک حصہ ہے۔ استاد کو چاہئے کہ اپنی معاشرتی اور خدائی ذمہ داری کی اہمیت کو جانچ کر خود کو علم اور اخلاق سے آراستہ کرے، میدان عمل میں ہمدرد اور مہربان والدین کی طرح شاگردوں کی معلومات میں اضافے، علم و دانش کے حصول اور اخلاق و تربیت کی تعلیم دینے کے لئے ان کا ہم قدم رہے۔ ایسا معلم کامیاب ہے جو باد صبا کی طرح صحیح افکار کو دلچسپ اور قابل توجہ طریقہ سے طالب علموں کے ذہنوں میں جاگزیں کر دے۔

۱-۲) غرر الحکم

اچھا استاد وہ ہے جو درسی موضوعات پر پوری طرح تسلط رکھنے کے علاوہ تعلیم و تربیت کے اصولوں سے بھی آگاہ ہو اور طالب علموں کے سوالوں کا مناسب جواب دے سکے اور مسلسل مطالعے اور معلومات کا دائرہ بڑھانے کے لئے تازہ مطالب سیکھنے سے گریز نہ کرے۔ اپنے علم اور مختلف سیکھی ہوئی چیزوں کو اسکول کے باہر کے حقائق سے منطبق کرے اور مرحلہ عمل میں ان کو یاد دلائے کہ سیکھی ہوئی باتوں کو وہ اپنی زندگی میں کیسے کام میں لائیں۔ طالب علموں کی روش سے پیدا ہونے والی مشکلات کے مقابلے میں جلد بازی سے فیصلہ نہ کرے۔ ان کے کردار اور ردعمل کا بڑی باریک بینی سے جائزہ لے، ہر قسم کے فیصلے سے پہلے ان کی وجہ معلوم کرے اور اپنی تحقیقات میں طالب علم کی نفسیاتی حالت اور جذباتی کیفیت میں نقص یا اس کے صحیح ہونے کے سلسلے میں گھر، گھرانے، ماحول یا میل جول رکھنے والوں جیسے موثر عامل کو نظر انداز نہ کرے۔

استاد شاگرد کا محرم راز ہوتا ہے۔ معلم ایسا طبیب ہے جو نادانی اور جہالت جیسی بیماریوں کا علاج کرنا چاہتا ہے۔

معلم وہ ہے جو اپنی زندگی کو معاشرے کے نونہالوں کی آگہی، ترقی اور پرورش کے لئے وقف کر دے اور ہمیشہ شاگردوں کی خوشی، غم، دکھ اور سکھ میں ان کے ساتھ شریک رہے اور ان کی رہنمائی کرتا رہے۔ وہ معلم جو اسکول کو مقدس مقام اور کلاس کو عبادت گاہ سمجھتا ہے وہ شاگردوں کی تعلیم و تربیت کے معاملے میں خدا سے مزید توفیق اور شناخت و ہدایت کے لئے مدد طلب کرتا ہے۔ معلم نونہالوں کو ایسی عظیم روحیں سمجھتا ہے جن کا آشیانہ یہ چھوٹا سا جسم بن چکا ہے۔ یہ انہیں ایک خدائی نشانی سمجھتا ہے کہ جو خدا سے تقرب اور مبداء لایزال خداوند سے قرب کا وسیلہ ہیں۔

ایسا معلم جس کا رویہ انسانی ہو اور جو مہر و محبت سے علم و دانش سکھائے، اس معلم سے بہت فرق رکھتا ہے جس کا رویہ خشک اور کھردرا ہو اور جو زبردستی طالب علموں کو ڈرا دھمکا کر پڑھنے پر مجبور کرے۔ پہلا معلم نونہالوں کی صلاحیتوں کو ابھارتا ہے جبکہ

دوسرا ان کی استعداد کو ختم کر دیتا ہے۔ "فان القلب اذا اکرہ عمی" (نہج البلاغہ، کلمات قصار، نمبر ۱۹۳) یعنی یقیناً اگر دل کو مجبور کیا جائے تو اندھا ہو جاتا ہے۔

وہ استاد جو اپنے کام کو ہنر اور اپنی ذمہ داری کو معاشرے میں اپنا خدائی مشن سمجھتا ہے وہ اس استاد سے کہیں مختلف ہے جو ہر لحاظ سے ایک بوجھ ہے اور صرف چند گھنٹے شاگردوں کے ساتھ گزار کر ہر مہینے تنخواہ کے طور پر کچھ پیسے وصول کرتا ہے۔

وہ معلم جس نے اپنا مقصد حیات یہ بنا رکھا ہو کہ بچوں کے ذہن کو معلومات اور محفوظات سے بھر دے وہ اس معلم سے کہیں مختلف ہے کہ جس کی پوری کوشش یہ ہوتی ہے کہ بچوں میں تجزیہ اور تحلیل کی قوت کو ابھارے اور ان کے تعقل و تفکر کی طاقت کو مضبوط کرے۔

جو معلم پورے حوصلے اور صبر سے علم و دانش کے سلسلے میں طالب علم میں اختراعی اور تخلیقی طاقت کو بیدار کرنے کے لئے کوشاں ہو وہ اس معلم سے فرق رکھتا ہے جو اس قسم کی کوشش اور محنت سے تہی دست ہو۔ حقیقی استاد طالب علم کو اپنے اوامر اور نواہی کا غلام نہیں سمجھتا اور اس کے ساتھ ایک غلام جیسا سلوک نہیں کرتا اس کے اظہار نظر کی قوت سے نہ صرف ڈرتا نہیں بلکہ خوش ہوتا ہے۔

حقیقی معلم وہ ہے جو بچوں کو آزادی دے اور اس کی حدود کی حفاظت کرے جو طالب علموں کے ذہنوں کو خالی معلومات و محفوظات سے بھر دینے کی بجائے، ان کے فہم و استقلال کی طاقت، تجزیہ و تحلیل کی قوت اور تخلیقی صلاحیتوں پر زور دیتا ہے۔ وہ طالب علم کو حکم دینے اور انہیں غلام بنانے کی بجائے کشادہ روئی اور خندہ پیشانی سے ان کی راہنمائی کرتا ہے اور مناسب سوالات کے ذریعے انہیں تفکر و تعقل کی دعوت دیتا ہے۔ نمبروں کو دھمکی اور لالچ کے طور پر استعمال نہیں کرتا بلکہ ان کو طالب علموں کی ترغیب اور تشویق کے لئے استعمال کرتا ہے تاکہ وہ زیادہ سے زیادہ جدوجہد اور فعالیت کریں۔

طالب علموں کی طرف سے اپنے نظریات کا اظہار اور ان کے پیچیدہ سوالات، معلم کو تھکا کر بور نہیں کرتے اور معلم کے گفتار اور رفتار کے بارے میں پائے جانے والے تضادات کے بارے میں طالب علموں کی یاد دہانی اور جسارت بیان سے اسے غصہ نہیں آتا۔ وہ ان سے رقیبانہ انداز میں مقابلہ نہیں کرتا۔

مختصر یہ کہ حقیقی معلم اپنی گفتار و کردار کے ساتھ، اپنے شاگردوں کو سوچنے، چیزوں کا انتخاب کرنے اور رہن سہن کا ڈھنگ سکھاتا ہے۔ اس قسم کے استاد ان اساتذہ سے کہیں زیادہ مختلف ہوتے ہیں جو طالب علموں پر آمرانہ حکومت کرتے ہیں۔ جو زور اور دباؤ کے ذریعے ان کی روح پر نفوذ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ آزادی کو ان کے بے ادب ہونے کا موجب سمجھتے ہیں اور ان کے سوالات اور جستجو کی حس کو اپنے لئے آزار اور مزاحمت کا باعث سمجھتے ہیں کیونکہ انہیں نہیں معلوم کہ وادی علم و ایمان میں خلوص و محبت، حلم و صبر اور آزادی و بے تکلفی ہی کارساز اور راہ کشا ہیں۔

جس طرح پھول کی کلی کو زور اور دباؤ کے ذریعے کھلا ہوا پھول نہیں بنایا جا سکتا، اسی طرح تعلیم و تربیت کے سلسلے میں بھی انسان کی نازک روح میں زور اور دباؤ کا عنصر ناکام ہے کیونکہ انسانوں کے دلوں میں صلاحیتوں کے رجحانات پنہاں ہوتے ہیں اور حقیقی معلم وہ ہے جو قلبی رجحانات (۱) کی راہ سے داخل ہو اور انہیں پروان چڑھائے۔

۱۔ ان للقلوب شهوة و اقبالاً و ادباراً، فاتوها من قبل شهوتها و اقبالها فان القلب اذا اکره عمی. یعنی دلوں کے لئے رغبت و میلان، آگے بڑھنا اور پیچھے ہٹنا ہوتا ہے لہذا ان سے اس وقت کام لو جب ان میں خواہش و میلان ہو کیونکہ دل کو مجبور کر کے کسی کام پر لگایا جائے تو اسے کچھ سجھائی نہیں دیتا۔

(نہج البلاغہ، کلمات قصار، نمبر ۱۹۳)

وہ معلم کامیاب ہے جسے یہ معلوم ہو کہ کہاں تشویق اور محبت جیسے ہتھیار استعمال کیے جائیں (۱) اور کہاں روک ٹوک سے کام لیا جائے تاکہ اس سے طالب علموں کے ارتقاء اور ان کی ترقی کے اسباب فراہم ہوں اور تحصیل علم درس اور اسکول کے بارے میں ان میں مایوسی اور کاہلی کو روکا جا سکے۔

درس معلم ار بود زمزمہ محبتی
جمعہ بہ مکتب آورد طفل گریز پائی را

اگر استاد کے درس میں محبت اور خلوص کی چاشنی ہو تو یہ بات بھگوڑے
لڑکے کو جمعے کے روز بھی مکتب اور اسکول میں لانے کا باعث بنتی ہے۔

ان حالات میں سیکھنے والا (طالب علم) احساس کرتا ہے کہ اسے اپنی مطلوبہ چیز مل رہی ہے اور اس کے دل میں علم و دانش کے حصول کا شوق بیدار ہوتا ہے اور یہی جذبات علم کے اعلی مدارج طے کرنے کے لئے اسے ابھارتے ہیں اور اس کی مدد کرتے ہیں۔

لہذا سرپرست اور والدین کو آگاہ رہنا چاہئے کہ وہ اپنے معصوم بچوں اور پاکیزہ پھولوں کو کس کے حوالے کر رہے ہیں۔

ایک معلم کی تکریم اور تشکر اس وقت ہی ممکن ہے کہ جب اس کی حقیقی شخصیت اور مقام کی پہچان ہو۔ اس شناخت کے بعد ہی معلم کے مقام کی تعظیم و تکریم کے معاملے میں سرپرستوں اور والدین کی ذمہ داریوں کی تعیین و تشخیص ہو سکتی ہے کیونکہ استاد کے مقام کی تعظیم اور تکریم اس کی قدر و منزلت کی شناخت اور پہچان کے بغیر بے معنی ہے۔

۱۔ اذا نشطت القلوب فاودعوها ... و اذا نفرت فودعوها ...

(بحار، ج ۷۸، ص ۳۷۷)

معاشرے میں معلم کے کردار اور نونہالوں کی ترقی اور پرورش میں اس کی حساس اور کار آمد ذمہ داری کی پہچان کے بعد ہی سرپرست اور محترم والدین اس کی قدر دانی کر سکتے ہیں۔

اگر سرپرست حضرات ان اقدار کی ترقی کے لئے ماحول اور وسائل فراہم کر سکیں اور اسکول اور معلم کے ساتھ اپنی بے دریغ مدد اور ہم آہنگی کے ذریعے ان عظیم انسانی سرمایوں کے لئے اس عظیم مشن اور ذمہ داری کو پایہ تکمیل تک پہچانے میں مثبت کردار ادا کریں تو کہا جا سکتا ہے کہ "ہم نے معلم کے رفیع اور اعلی مقام کی قدر و منزلت کے لئے ایک چھوٹا سا قدم آگے بڑھایا ہے"۔

اچھی خصوصیات کا حامل معلم
بننے کیلئے قرآن کی عملی راہنمائی

* آگاہی
بھلا کہیں جاننے والے اور نہ جاننے والے لوگ برابر ہو سکتے ہیں ؟ (۱)

* تواضع اور خشوع
خدا نے مجھے وحی کی ہے تاکہ تم لوگ تواضع اختیار کرو۔ (۲)

مومنوں میں سے جس نے تیری پیروی کی ہے تو اس کیلئے اپنے شانے جھکا دے۔ (۳)

* حلم و بردباری
علم سکھاؤ اور سکھانے میں سختی سے کام نہ لو، کیونکہ (حلیم و بردبار) معلم اس انسان سے کہیں زیادہ قابل قدر ہے جو سختی اور استبداد سے کام لیتا ہے۔ (۴)

جس کو تعلیم دیتے ہو یا جس سے علم حاصل کرتے ہو اس سے ملائمت اور نرم روی اختیار کرو۔ (۵)

۱۔ هل يستوى الذين يعلمون و الذين لا يعلمون. (سورہ زمر، آیت ۹)

۲۔ ان الله اوحى الى ان تواضعوا، (رسول اکرم (ص)، المنية المريد، ص ٦٩)

۳۔ و اخفض جناحک لمن اتبعک من المؤمنين. (سورہ شعراء، آیت ۲۱۵)

۴۔ علموا و لا تعنفوا فان المعلم خير من المعنف.

(رسول اکرم (ص)، المنية المريد، ص ٦٩)

۵۔ لينوا لمن تعلمون و لمن تتعلمون منه. (رسول اکرم (ص)، المنية المريد، ص ٦٩)

* گفتار و کردار میں نیک طرز عمل

اور (اے رسول) میرے بندوں سے کہدو کہ وہ آپس میں اچھے طریقے سے بات کریں۔ (۱)

اور جب جاہل ان سے (جہالت کی) بات کرتے ہیں تو وہ "سلام" کہتے ہیں۔ (۲)

* تکبر سے دوری

اور تکبر کے ساتھ لوگوں سے منہ نہ موڑو۔ (۳)

* میانہ روی اور تعادل

اور اپنی چال ڈھال میں میانہ روی اختیار کرو اور اپنی آواز دھیمی رکھو۔ (۴)

* وسیع القلبی و آزاد منشی

تو اے رسولؐ میرے خالص بندوں کو خوشخبری دے دو جو بات کو جی لگا کر سنتے ہیں اور پھر اس میں سے اچھی بات پر عمل کرتے ہیں۔ (۵)

۱۔ و قل لعبادی یقولوا التی ھی احسن. (سورہ اسراء، آیت ۵۳)

۲۔ و اذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلاماً. (سورہ فرقان، آیت ۶۳)

۳۔ و لا تصعر خلک للناس. (سورہ لقمان، آیت ۱۸)

۴۔ و اقصد فی مشیک و اغضض من صوتک. (سورہ لقمان، آیت ۱۹)

۵۔ فبشر عباد الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ. (سورہ زمر، آیت ۱۸)

* تکلف سے پرہیز

پیغمبر اکرمؐ: میں (جھوٹ موٹ) بناوٹ کرنے والا نہیں ہوں۔ (۱)

* دوسروں کی بدی کا جواب

اور بری بات کے جواب میں ایسی بات کہو جو نہایت اچھی ہو۔ جو کچھ یہ لوگ (تمہاری نسبت) بیان کرتے ہیں اس سے ہم واقف ہیں۔ (۲)

* یاد آوری

پس تم نصیحت کرتے رہو، تم تو بس نصیحت کرنے والے ہو۔ تم کچھ ان پر داروغہ تو ہو نہیں۔ (۳)

* عمل سے خالی گفتگو سے پرہیز

کیا تم لوگ دوسروں سے تو نیکی کرنے کو کہتے ہو اور اپنی خبر نہیں لیتے؟ (۴)

۱۔ و ما انا من المتکلفین. (سورہ ص، آیت ۸٦)

۲۔ ادفع بالتی هی احسن السیئة نحن اعلم بما یصفون. (سورہ فرقان، آیت ٦۳)

۳۔ فذکر انما انت مذکر لست علیهم بمصیطر. (سورہ غاشیہ، آیت ۲۲)

۴۔ ا تامرون الناس بالبر و تنسون انفسکم. (سورہ بقرہ، آیت ۴۴)

انسان کے اخلاق و رفتار میں عقیدہ توحید کے آثار*

بسم اللہ الرحمن الرحیم

هو الذی بعث فی الامیین رسولاً منهم یتلو علیهم آیاته و یزکیهم و یعلمهم الکتاب و الحکمة و ان کانوا من قبل لفی ضلال مبین. (۱)

وہی تو ہے جس نے لوگوں میں ان ہی میں سے ایک رسول بھیجا جو ان کے سامنے اس کی آیتیں پڑھتا اور ان کو پاک کرتا اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے اگرچہ اس سے پہلے تو یہ لوگ صریح گمراہی میں تھے۔

اسلامی ثقافت میں تعلیم و تربیت اور تعلیم و تزکیہ دو ناقابل تفکیک اجزاء ہیں۔ انبیاء کی بعثت کا ہدف بھی یہی ہیں۔ حقیقت میں انبیاء کی تحریک اور بعثت کا مقصد انسانوں کی تعلیم و تربیت ہیں۔

پیغمبر اسلام (ص) نے انسانوں کی تعلیم و تربیت کے حوالے سے جس اولین اصول کا اعلان کیا تھا اور اپنی عمر کے آخر تک اپنے عمل و رفتار کے ساتھ اس پر زور دیتے رہے وہ توحید یعنی خدا کی وحدانیت ہے۔ "قولوا لا الہ الا اللہ تفلحوا" کہو اللہ کے بغیر کوئی خدا نہیں تاکہ فلاح پاؤ۔

---

* توحید پرائمری اسکول کے اساتذہ اور والدین کی انجمن میں کی گئی تقریر۔

(ماہ مہر ۱۳۷۱ ہجری شمسی)

۱۔ سورہ جمعہ، آیت ۲

انسانوں کی فلاح، نجات اور کامیابی کا محور خداوند تعالی کی وحدانیت پر عملی اعتقاد ہے۔ (۱) قرآن میں سب سے زیادہ خدا کی وحدانیت اور اس کے یکتا ہونے پر زور دیا گیا ہے اور یہ بات مختلف پیرایوں میں ساٹھ سے زائد بار ذکر ہوئی ہے۔ "لا الہ الا اللّٰہ، لا الہ الا ھو ... لا الہ الا انت ... لا الہ الا انا ... ان الھکم لواحد ..."۔

حضرت لقمانؑ اپنے بیٹے کو تعلیم و تربیت دیتے وقت سب سے پہلے جس چیز کی طرف توجہ دلاتے ہیں وہ خدا کی وحدانیت، یگانگت اور یکتائی ہے۔ "یا بنی لا تشرک باللہ ان الشرک لظلم عظیم" (۲) یعنی اے بیٹا (خبردار کبھی کسی کو) خدا کا شریک نہ بنانا (کیونکہ) شرک یقینا بڑا سخت گناہ ہے۔

اسی طرح سے امام ہشتم حضرت علی بن موسی الرضا (ع) نیشاپور میں داخل ہوتے وقت اپنے عظیم اور تاریخی استقبال میں جس میں بہت سے لوگ موجود تھے اور سب کی نظریں آپؑ کی طرف اٹھی ہوئی تھیں اور سب آپؑ کے گہربار ارشادات سننے کے مشتاق تھے، یہی جملہ نقل کرتے ہیں کہ میرے باپ نے اپنے باپ سے اور انہوں نے اپنے باپ سے یہاں تک یہ سلسلہ پیغمبر اکرمؐ تک پہنچتا ہے اور آپؐ نے جبرئیلؑ سے اور انہوں نے خداوند تعالی سے سنا ہے کہ خدا نے فرمایا: "کلمۃ لا الہ الا اللہ حصنی فمن دخل حصنی امن من عذابی" یعنی اس چیز پر اعتقاد کہ اللہ کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے میرا مستحکم قلعہ ہے پس جو بھی اس قلعے میں داخل ہو جائے وہ میرے عذاب سے محفوظ ہو جائے گا۔

۱۔ امام علی علیہ السلام: "ان اول عبادۃ اللہ معرفتہ و اصل معرفتہ توحیدہ ..."
(تحف العقول، ص ۴۹)

۲۔ سورہ لقمان، آیت ۱۳

یہ وہ اولین اصول تھا کہ جو انسانی تاریخ (۱) میں سب انبیاء اور خاص کر ہمارے نبی اکرمؐ نے انسانوں کے معلم اور مربی ہونے کے اعتبار سے پیش کیا۔ اسی پر زور دیتے ہوئے انہوں نے کائنات سے متعلق افکار و نظریات میں ایک انقلاب برپا کر دیا اور اس کے بعد زمانہ جاہلیت کے انسانوں کی رفتار، شخصیت اور عادات میں تحول پیدا کیا۔ (۲)

۱۔ و ما ارسلنا من قبلک من رسول الا نوحی الیہ انہ لا الہ الا انا فاعبدون، (سورہ انبیاء، آیت ۲۵) اور اے رسول ہم نے تم سے پہلے جب کبھی کوئی رسول بھیجا تو اس کے پاس ہم یہی وحی بھیجتے رہے کہ بس ہمارے سوا کوئی معبود قابل پرستش نہیں پس میری عبادت کرو۔

۲۔ کلمہ لا الہ الا اللّٰہ زیادہ سنا جاتا ہے اور مختلف مواقع پر جیسے تشییع جنازہ وغیرہ یہاں تک کہ غصے کی حالت میں بھی افراد اسے دھراتے ہیں۔ اسی طرح نفسیاتی لحاظ سے بھی تکرار کرنے اور زیادہ سننے کی وجہ سے بھی یہ لوگوں کا معمول بن گیا ہے یہاں تک کہ کبھی بھی اس کے عمیق معانی اور زندگی میں اس کے حیات بخش اور مؤثر کردار پر توجہ نہیں دی جاتی۔

توحید فقط ایک فکری بحث ہی نہیں بلکہ عمل، رفتار، ارادے، معیار اور اخلاقی و انسانی اقدار کی بنیاد ہے۔ رفتار، عمل، نگاہ، احساس اور انفرادی و اجتماعی تعلقات میں ہم توحید کا کردار واضح طور پر دیکھ سکتے ہیں۔ توحید صرف کلام و فلسفہ کی طویل بحثوں میں ہی زیر گفتگو نہیں بلکہ دو انسانوں کے باہمی ملاپ اور ان دونوں کی آپس میں دوستی، کوچہ و خیابان میں ایک شخص کے چلنے کے طریقے، کسی محفل میں افراد کے شرکت کرنے، ایک دوسرے سے گفتگو کرنے، اپنے ساتھیوں اور اپنے ساتھ بحث کرنے والوں کے درمیان، اسی طرح بچوں اور اپنے ماتحت افراد اور گھرانے میں

خدا کے یکتا ہونے پر عقیدہ اور یہ کہ اس کائنات کی ہر قوت، طاقت اور تمام اثرات کا سر چشمہ خدا کی ذات ہے، پہلا اصول تربیت اور اسلامی تعلیم و تربیت، فکری نظام اور جہان بینی کی سب سے اہم اساس ہے۔

اس اصول پر ایمان و اعتقاد، انسان کے کردار کے صحیح ہونے، اخلاق کی اصلاح، تزکیہ نفس، ترقی و تکامل اور انسان کی کامیابی کی بنیاد ہے۔ یہی اصول تھا کہ جس نے سلمان میں یقین، ابوذر میں شجاعت، بلال میں استقامت اور حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا میں انفاق اور ایثار کے جلوے نمایاں کر دیئے۔

اسلامی تعلیم و تربیت کے نقطہ نظر سے کردار و اخلاق میں انسان کی تمام مصیبتوں، پریشانیوں، بد رفتاریوں اور انحرافات کی وجہ خدا کی وحدانیت اور اس کے یکتا ہونے پر یقینی اعتقاد و ایمان کا فقدان ہے کیونکہ اس حقیقت پر اعتقاد و ایمان، انسانوں کے انفرادی اور اجتماعی رد عمل اور کردار پر وسیع پیمانے پر اثر انداز ہوتا ہے اور ہمیشہ ان کو لغزشوں، غلطیوں اور مختلف قسم کے انحرافات سے محفوظ رکھتا ہے۔

وہ لوگ جو اپنی زندگی میں فقط خدا کو ہی موثر سمجھیں، اسی پر توکل کریں اور فقط اسی کو قاضی الحاجات اور کافی المہمات اور اپنی تقدیر کا مالک سمجھیں تو وہ خوف و طمع، حرص و لالچ، حسد و تکبر، نخوت و غرور، جھوٹ، ظلم، تجاوز اور نا امیدی جیسی گندی اور

اور یہاں تک کہ ایک دسترخوان پر بیٹھنے میں بھی آسانی کے ساتھ توحید کو عملاً دیکھا جا سکتا ہے۔ پہلی نظر میں ہی تشخیص دی جا سکتی ہے کہ اس ماحول پر توحید کی حکمرانی ہے یا شرک کی۔ لہذا جہاں کہیں یہ اثر نہ ہو وہاں یقیناً شرک کا کوئی مرتبہ ہوگا، کیونکہ یہ ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ ممکن نہیں ہے کہ دونوں اکھٹے ہوں اور یہ بھی ممکن نہیں ہے کہ ان میں سے کوئی ایک بھی نہ ہو۔

پست اخلاقی برائیوں سے محفوظ رہتے ہیں۔ اخلاقی برائیوں کی بنیاد اور سرچشمہ خدا کی وحدانیت اور اس کے یکتا ہونے پر حقیقی اعتقاد و ایمان کا فقدان ہے۔

اس حقیقت پر عملی ایمان و اعتقاد کہ اللہ تعالی کائنات کا خالق اور سب موجودات کو پیدا کرنے والا ہے اور فقط وہی وجود میں موثر اور انسان کی تقدیروں کا مالک اور ان کے اعمال پر حاضر و ناظر ہے، کائنات کے بارے میں ہمارے نظریئے کو تبدیل کر دیتا ہے اور ہماری جہان بینی میں انقلاب لے آتا ہے، جس کے اثرات ہمارے اعمال، رفتار، اخلاق اور شخصیت میں ظاہر ہوتے ہیں۔

اس بات پر اعتقاد کہ اللہ تعالی ایک ایسی حقیقت ہے جو زندہ، استوار، دانا، قادر، ازلی، ابدی، یکتا، بے نیاز، مہربان، عادل، مدیر، مدبر اور حکیم ہے، ہمیں ایک خاص نقطہ نظر عطا کرے گا تاکہ ہم کائنات کو زندہ، منظم، بامقصد، دقیق اور حساب و کتاب کے ساتھ قائم شدہ چیز سمجھیں۔ اس کے نتیجے میں اس اعتقاد و ایمان کا اثر ہمارے کردار، اعمال، روزمرہ کے رد عمل اور ہمارے ان ضروری و اجتماعی اعمال پر پڑے گا جو ہم گھر کے اندر، معاشرے کے ماحول میں اور چھوٹے اور بڑے انسانوں کے معاملے میں انجام دیتے ہیں۔

حضرت رسول اکرم (ص) اور حضرت امام صادق علیہ السلام سے نقل ہوا ہے کہ جو بھی "لا الہ الا اللہ" کو مکمل اخلاص کے ساتھ کہے، جنت میں داخل ہوگا اور اس کا اخلاص اس طرح ہے کہ "لا الہ الا اللہ" پر اعتقاد اس کو اس چیز سے روکے جس کو خدا نے حرام کیا ہے۔

نظریہ توحید، فیصلوں، اقدار کے انتخاب اور دوسروں سے روابط پر اثر انداز ہوتا ہے۔ اس نظریئے کا اثر معاشرے اور دوسرے لوگوں کے ساتھ فرد کے برتاؤ، رد عمل اور اخلاق میں ظاہر ہوتا ہے۔

انفاق، ایثار، بچوں سے خوش رفتاری، لوگوں سے خوش اخلاقی، انسانوں کی مدد نیز

تکبر، حسد، غرور اور دوسری اخلاقی برائیوں سے دوری، یکتا پرستی اور وحدانیت کے تربیتی اثرات میں سے ہیں۔

انسانی زندگی پر نظریہ توحید کی اس قدر تاثیر کی وجہ یہ ہے کہ انسان نے فقط خدا کو اپنے دل کا قبلہ اور مقصد قرار دیا ہے اور اس مقصد کے حصول کے لئے وہ اپنی ہر کوشش اور فعالیت کا محور اس کی رضا کا حصول قرار دیتا ہے۔ وہ موحد جسے معرفت اللہ کی قدر و اہمیت کا پتہ چل جائے تو یقیناً زر اندوزی اس کی نظر میں بے معنی ہو کر رہ جاتی ہے کیونکہ وہ مادی وسائل کو فقط زندگی گزارنے کا ایک وسیلہ سمجھتا ہے نہ کہ زندگی کا مقصد۔ وہ منصب و مقام کو خدمت خلق کے لئے ایک ذمہ داری سمجھتا ہے اور اسے اترانے، زر اندوزی اور خود خواہی کا وسیلہ نہیں سمجھتا۔ یہ سب خدا کی وحدانیت اور اس کے یکتا ہونے پر ایمان و اعتقاد کی عملی تاثیر ہے۔

اخلاقیات میں رذائل اور فضائل کے عنوان سے جو چیز پیش کی جاتی ہے اس کا تعلق انسان کے اعتقاد کی اساس سے ہے۔ حقیقت میں اخلاقی لحاظ سے اچھی اور بری عادات کے ظاہر ہونے کا سر چشمہ اس کے عقائد، نظریات اور جہان بینی ہیں۔ وہ انسان جو خدا کو حاضر و ناظر اور اپنے اعمال و کردار پر نظارت کرنے والا سمجھتا ہو وہ اپنے رفتار و کردار کو اس کی رضایت کے مطابق ڈھالے گا اور اس طرح ترقی و کمال کے راستے پر گامزن ہوگا۔ وہ خدا کے علاوہ کسی طاقت کو عالم میں موثر نہیں سمجھے گا۔ خدا کے علاوہ کسی سے نہیں ڈرے گا اس کے علاوہ کسی کے لئے کام نہیں کرے گا اور اس کی نظر میں فقط وہی صاحب عظمت ہوگا۔ (۱)

۱۔ عظم الخالق فی انفسھم فصغر ما دونہ فی اعینھم، خالق ان کی نظر میں بڑا دکھائی دیتا ہے پس غیر خدا ان کی نظر میں چھوٹا نظر آتا ہے۔

(نہج البلاغہ، خطبہ متقین)

انسان کے اوپر اس نظریئے کا ایک اثر یہ ظاہر ہوگا کہ اس کے وجود سے خوف اور ڈر کا احساس زایل ہو جائے گا، انفاق کی جڑیں اس میں مضبوط ہوں گی، زندگی کے مصائب اور حادثات اسے پریشان نہیں کریں گے بلکہ وہ بردباری کے ساتھ ان کا مقابلہ کرے گا۔ وہ ہمیشہ اپنی کوشش، جدوجہد اور ہمت کو ایسے کاموں میں صرف کرے گا جو خدا اس سے چاہتا ہے۔ خدا نے جس چیز سے روکا ہے اس سے اجتناب کرے گا کیونکہ انسان میں بری عادات کا پیدا ہونا، اس بات کی علامت ہے کہ توحید اور خدا کی وحدانیت پر اس کا ایمان کمزور ہے۔ (۱)

۱۔ قال الصادقؑ فی جواب عنوان البصری: "... فان اردت العلم فاطلب اولاً فی نفسک حقیقة العبودیة، واطلب العلم باستعماله واستفهم اللہ یفھمک، قال العنوان: یا ابا عبد اللہ، ما حقیقة العبودیة؟ قال: "ثلاثة اشیاء: ان لا یری العبد لنفسه فیما خوله اللہ ملکاً لان العبید لا یکون لھم ملک یرون المال مال اللہ یضعونه حیث امرھم اللہ به، و لا یدبر العبد لنفسه تدبیراً و جملة اشتغاله فیما امره تعالی به او نھاه عنه، فاذا لم یر العبد لنفسه فیما خوله اللہ تعالی ملکاً ھان علیه الانفاق فیما امره اللہ تعالی ان ینفق فیه، و اذا فوض العبد تدبیر نفسه علی مدبره ھان علیه مصائب الدنیا و اذا اشتغل العبد بما امره اللہ تعالی و نھاه لا یتفرغ منھما الی المراء و المباھاة مع الناس، فاذا اکرم اللہ العبد بھذه الثلاثة ھان علیه الدنیا، و ابلیس، و الخلق، و لا یطلب الدنیا تکاثراً و تفاخراً، و لا یطلب ما عند الناس عزاً و علواً، و لا یدع ایامه باطلاً، فھذا اول درجة التقوی ..." (بحار ج ۱ ص ۲۲۶-۲۲۴)

عنوان بصری نے امام صادقؑ سے علم کے بارے میں سوال کیا، امامؑ نے فرمایا وہ علم جو ہمارے پاس ہے اس کا سیکھنے سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ

ایک ایسا نور ہے کہ خدا جس کی ہدایت کرنا چاہئے اس کے دل میں ڈال دیتا ہے۔ پس اگر تم چاہتے ہو کہ ایسے علم سے فائدہ اٹھاؤ تو سب سے پہلے اپنے اندر حقیقت بندگی کی دعا کرو اور علم کو عمل کے لئے طلب کرو، خدا سے سمجھنے کی درخواست کرو تاکہ خداوند تمہیں سمجھائے۔

عنوان نے سوال کیا: یا ابا عبد اللہ بندگی کی حقیقت کیا ہے؟

فرمایا: تین چیزیں۔ ۱) خدا نے جو چیز بھی بندے کے اختیار میں دی ہے اس میں اپنے لئے کسی ملکیت کا قائل نہ ہو کیونکہ بندے کسی چیز کے مالک نہیں بنتے، مال کو خدا کا مال سمجھتے ہیں اور وہ اپنے مال کو خدا جہاں حکم دے قرار دیتے ہیں۔ ۲) بندہ اپنے لئے کسی قسم کی تدبیر کا قائل نہ ہو۔ ۳) اس کے تمام کام خدا کے اوامر اور نواہی کی اطاعت میں ہونے چاہئیں۔ پس جب بندہ خدا کی طرف سے دی جانے والی چیزوں میں کسی قسم کی مالکیت کا قائل نہ ہو تو انفاق اس کے لئے آسان ہو جاتا ہے اور جب کوئی بندہ اپنے امور کی تدبیر اس کے اصلی مدبر کے سپرد کر دے تو دنیا کے مصائب اس پر آسان ہو جائیں گے اور جب کوئی بندہ خدا کے اوامر و نواہی پر عمل میں مشغول ہو تو اسے ایسی فرصت ہی نصیب نہ ہوگی کہ وہ لوگوں سے مجادلہ کرے اور شیخی بگھارے۔ پس جب خداوند کسی بندے کو ان تین صفات سے نوازے تو دنیا، شیطان اور خلق سب کے سب اس کی نظر میں خوار اور بے وقعت ہو جائیں گے اور یہ لوگ مال اندوزی یا اترانے کے لئے دنیا طلب نہیں کریں گے اور وہ چیزیں جو لوگوں کے پاس ہیں ان کی طلب برتری پانے یا تکبر کے لئے نہیں کریں گے اور اپنی زندگی فضول خرچ نہیں کریں گے اور یہ تقوی کی پہلی منزل ہے۔

اخلاقی کمال کے مرتبے تک پہنچنا ممکن ہی نہیں ہے مگر یہ کہ خدا کی معرفت اور اس کی وحدانیت پر اعتقاد و ایمان ہو۔ یہ معرفت حاصل نہیں ہوتی مگر یہ کہ خلقت کے مظاہر میں غور و فکر اور سوچ و بچار سے کام لے۔ ان میں سے ایک مظہر خود انسان اور نفس انسان ہے۔ نفس کی معرفت خلقت کی عظمت اور معرفت اللہ تک پہنچنے کا موجب بنتی ہے۔ پیغمبر اکرمؐ سے منقول ہے کہ "من عرف نفسہ فقد عرف ربہ" (۱) جو شخص خود کو پہنچان لے وہ خدا کو پہچان لے گا۔

قرآن نے بھی اس بات پر زور دیا ہے "و فی انفسکم ا فلا تبصرون" (۲) اور خود تم اپنے وجود (نفسوں) میں غور و فکر کیوں نہیں کرتے ہو؟ انسان کے نفس اور اس کی شخصیت میں گہرے غور و فکر اور تدبر کا نام بصیرت ہے۔

حضرت علیؑ اس بارے میں فرماتے ہیں۔ "افضل المعرفة معرفة الانسان نفسہ" (۳) انسان کی سب سے اعلی معرفت یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو پہنچانے۔

اسی طرح آپؑ کا فرمان ہے "عجبت لمن یجھل نفسہ کیف یعرف ربہ" مجھے تعجب ہوتا ہے اس شخص پر جو خود کو نہیں پہچانتا کہ وہ خدا کو کس طرح پہچانے گا۔ (۴)

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا: "من عرف نفسہ فقد انتھی الی غایة کل معرفة و علم" جس نے خود کو پہچانا اس نے معرفت و علم کے عالی ترین مراتب کو پا لیا۔ (۵)

۱۔ غرر الحکم، جلد ۷ ص ۳۸۷

۲۔ سورہ ذاریات، آیت ۲۱

۳۔ غرر الحکم، جلد ۷، ص ۳۸۷

۴۔ غرر الحکم، جلد ۷، ص ۳۸۷

۵۔ غرر الحکم، جلد ۷، ص ۳۸۷

ہم نفس کی معرفت کے ذریعے ہی تزکیہ اور تربیت کی طرف قدم اٹھا سکتے ہیں اگر ہم نے نفس کو نہیں پہچانا تو ہمیں معلوم نہیں ہوگا کہ ہمارا طرز عمل کہاں پر کس طرح ہو۔ انسان کی جہان بینی میں تبدیلی توحید پر حقیقی عقیدے اور اس کی عملی قبولیت کے ذریعے ممکن ہے جبکہ انسان کے طرز عمل میں تبدیلی تزکیہ اور تقویٰ کی مرہون منت ہے۔ "قد افلح من زکھا ..." (۱) اور "قد افلح من تزکی ..." (۲) فلاح پائی اس شخص نے جس نے اپنے نفس کا تزکیہ کیا۔

لہذا نفس کی معرفت، خدا کی معرفت اور تزکیہ نفس، انبیاء کی تعلیمات کا مرکز و محور رہے ہے اور یہ اسلامی تعلیم و تربیت کے نظام کے دو بنیادی رکن ہیں۔

ہم اساتذہ اور مربی حضرات نے چھوٹے بچوں اور نونہالوں کی شخصیت بنانے کی ذمہ داری قبول کی ہے لہذا ہمیں چاہئے کہ ہم پہلے اپنے آپ کو پہچانیں اور اپنی تربیت اور تزکیہ کریں۔ بچوں کی شخصیت اور ان کی نفسیات کی پہچان، خود ہماری اور بڑوں کی پہچان اور معرفت سے کہیں مشکل ہے۔ ایک بڑا آدمی، بڑی سادگی کے ساتھ اپنے جذبات اور احساسات کا اظہار کرتا ہے لیکن ایک بچہ پیچیدہ جذباتی اور نفسیاتی خواہشات اور آرزوؤں کو آسانی سے بیان نہیں کر سکتا اگرچہ علامتی طور پر اپنے کردار اور رد عمل کے ذریعے اس کا اظہار کرے گا لیکن یہ کام نہایت ہی پیچیدہ اور مبہم ہے۔ بنابریں نفسیات کے اصولوں اور اسلامی تعلیم و تربیت کے قواعد سے ضروری آشنائی اور آگاہی کے بغیر اس کو نہیں سمجھا جا سکتا۔

۱۔ سورہ شمس، آیت ۹

۲۔ سورہ اعلیٰ، آیت ۱۴

بچوں کی شخصیت کی تعمیر

فرض کریں کہ اگر آپ سوچے سمجھے بغیر اپنے گھر کی تعمیر کا کام کسی فرد کے سپرد کریں اور کچھ مدت کے بعد معلوم ہو کہ مذکورہ شخص نقشہ بنانے اور تعمیراتی کام کرنے کی اہلیت ہی نہیں رکھتا تھا بلکہ وہ فقط دوسروں کی عمارتیں دیکھتا رہتا تھا، اور اس نے اس کام کے ذریعے آپ پر بے پناہ اخراجات کا بوجھ ڈالا ہے تو اس صورت میں آپ کیا کریں گے؟ حالانکہ آپ کو مادی (دنیوی) خسارہ ہوا ہے جس کی تلافی زندگی میں ممکن ہے۔ کوئی نا قابل تلافی نقصان نہیں ہوا۔ البتہ اس بات کی طرف توجہ رہے کہ گھر کی تعمیر میں کوئی مخفی اور غیر محسوس امر موجود نہیں ہے بلکہ جس چیز کا مشاہدہ کیا جاتا ہے اور اس سے ہمیں سروکار ہے وہ مٹی، اینٹ، سیمنٹ، چونا اور چونے کا پانی جیسی اشیاء ہیں جنہیں ہم چھو بھی سکتے ہیں اور اپنی آنکھوں سے دیکھ بھی سکتے ہیں۔

اس کے باوجود اس قسم کے کام کی انجام دہی کے لئے تعمیراتی منصوبوں پر کام کرنے سے متعلق فنی معلومات، مہارت، منصوبہ بندی، تجربے اور مسلسل دیکھ بھال کی ضرورت ہے تاکہ آدمی عمارت بنا سکے اور احسن طریقے سے یہ کام کر سکے۔

لیکن ہم میں سے بہت سے لوگ اپنے بچوں کی شخصیت سازی، ان کی تربیت اور شخصیت کی بنیاد ڈالنے کے حوالے سے غیر شعوری طور پر کسی قسم کی ذمہ داری کا احساس کیے بغیر، وقت صرف کیے بغیر اور کسی منصوبے اور تفکر کے بغیر کام کرتے ہیں۔ ہم ذرا بھی اس موضوع کی طرف نہیں سوچتے کہ بچے کی شخصیت کی پہچان اور اس کی تربیت کے لئے ضروری شرائط کا خیال رکھے بغیر اور اسی طرح اسلامی تعلیم و تربیت کے اصولوں اور بنیادوں سے (۱) آگاہی کے بغیر، زندگی میں قدم رکھنے سے برے نتائج سامنے

۱۔ امام باقر فرماتے ہیں: "لا یقبل عمل الا بمعرفة ..." (تحف العقول، ص ۲۱۵)

آئیں گے اور نا قابل تلافی نقصان اور خسارہ اٹھانا پڑے گا۔ پھر ہم افسوس ہی کرتے رہ جائیں گے نیز سوائے پشیمانی کے کچھ حاصل نہیں ہوگا اور اسکی تلافی بھی ممکن نہ ہوگی۔ (۱)

جی ہاں ہر طرح سے زندگی گزارنا، ہر طرح سے پیش آنا، گھریلو معاملات اور روابط میں بچوں کی ضروریات کی طرف توجہ نہ دینا، ان کی عمر اور توانائی کے تقاضوں کو مدنظر نہ رکھنا اور تعلیم و تربیت کی عظیم اقدار میں سے کسی ایک کا بھی پابند نہ ہونا ایسے بھاری نقصانات کا باعث بنتا ہے جو نا قابل تلافی ہیں۔ اگرچہ اپنے خیال میں ہمارے انفرادی کام بہت اچھے اور اعلیٰ ہی کیوں نہ ہوں# !قل هل ننبئكم بالاخسرين اعمالاً الذين ضل سعيهم فی الحيوة الدنيا و هم يحسبون انهم يحسنون صنعا". (۲) یعنی اے رسول کہہ دو کہ کیا ہم ان لوگوں کا پتہ بتا دیں جو لوگ اعمال کے لحاظ سے بہت گھاٹے میں ہیں؟ یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کی دنیاوی زندگی کی سعی و کوشش سب اکارت ہو گئی اور وہ اس خام خیال میں مبتلا ہیں کہ وہ یقیناً اچھے اچھے کام کر رہے ہیں۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: "یا کمیل! ما من حرکة الا و انت محتاج فیها الی معرفة" یعنی اے کمیل کوئی بھی ایسا کام نہیں جس میں تجھے معرفت اور آگاہی کی ضرورت نہ ہو۔ (تحف العقول، ص ۱۷۱)

۱۔ ایک صاحب جن کی عمر کا اچھا خاصا حصہ گذر چکا تھا کہتے تھے کہ مجھے نہیں معلوم میرا بیٹا ایسا کیوں ہوگیا ہے۔ نماز نہیں پڑھتا ... باوجود اس کے کہ میں نے اس کے حق میں کوئی کوتاہی نہیں کی ہے یہاں تک کہ حال ہی میں اسے ایک گاڑی خرید دی ہے لیکن پھر بھی میری بات پر کان نہیں دھرتا۔

۲۔ سورہ کہف، آیت ۱۰۴

تعلیم و تربیت کا موضوع

تعلیم و تربیت کا موضوع، انسان ہے کہ جو روحانی پیچیدگی، جذباتی لطافت، عقلی ظرافت نیز ایک خاص اور باریک احساس کا مالک ہے۔ تعلیم و تربیت کے عملی اصولوں اور طریقوں سے عدم آگاہی ہمیں نفسیاتی دشواریوں اور مشکلات کے دھانے پر لے جائے گی۔ افسوس کی بات ہے کہ گھرانوں میں اولاد اور بچوں کی تربیت، والدین کی خلق و خو اور تربیت کے بنیادی مسائل سے ان کی نا آگاہی اور عادت کے زیر اثر ہے اس بے توجہی کے نتیجے میں بہت سے بچے، انفرادی و اجتماعی نظم و ضبط سے تہی دست ہو جاتے ہیں اور زندگی میں اسلامی آداب و اخلاق سے بیگانہ اور خود اعتمادی، شجاعت اور عزم و ارادے سے محروم ہو جاتے ہیں۔

اپنے آپ پر توجہ دینا نیز اپنی اور اپنے گھرانے کی تربیت کے بارے میں احساس ذمہ داری رکھنا ہمارا بنیادی فریضہ ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے: "یا ایھا الذین آمنوا قوا انفسکم و اھلیکم ناراً ..." (۱) یعنی اے ایمان والو اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔

اس بنیادی مسئلے کی طرف، بہت ہی کم توجہ دی جاتی ہے اور اکثر اوقات دنیا کی چمک دمک، لمبی آرزوئیں اور لالچ ہمیں صحیح طریقے سے زندگی گزارنے سے غافل کر دیتی ہیں۔ ہمیں اپنے اصلی فرائض سے روک دیتی ہیں یہاں تک کہ دوسروں کے ساتھ اٹھنے، بیٹھنے میں ہم ذرا بھر بھی اسلامی آداب و اخلاق کا خیال نہیں کرتے۔ ہمیں معلوم ہی نہیں ہوتا کہ ان آداب و اخلاق کا کب، کہاں اور کس وقت خیال رکھنا چاہئے۔ ہم طرز عمل کے بارے میں بالکل نہیں سوچتے، گھرانے کے افراد اور معاشرے کے لوگوں سے

۱۔ سورہ تحریم، آیت ٦

اپنے سلوک پر غور نہیں کرتے اپنے اعمال کا کوئی احتساب اور لحاظ نہیں کرتے، اپنی تمام کوششیں بظاہر اہم، منفعت بخش اور مفید کاموں میں صرف کرتے ہیں، خیالی پلاؤ پکاتے رہتے ہیں، لمبی امیدیں باندھ کے بیٹھتے ہیں، اپنے حقیقی نفع و نقصان اور عمر کی گھڑیاں گزرنے سے غافل ہیں، اپنی عادتوں اور نفسانی خواہشات کے خول میں محصور ہیں، "حبسنی عن نفعی بعد املی" (۱) ضروری اور واجب کاموں کو بالکل معمولی کام قرار دیتے ہیں، بچوں کو وقت دینا فضول کام سمجھتے ہیں اور اسے ان لوگوں کا کام قرار دیتے ہیں جو فارغ ہوں۔ ہم بچوں کے ساتھ وقت گزارنے کو اپنے مقام منصب اور شان سے دور سمجھتے ہیں، کئی دوسرے کاموں کو اس سے اہم قرار دیتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ بچوں کو ماں کے حوالے کر دینا چاہئے تاکہ وہ بڑے ہو جائیں، اور جب وہ بڑے ہو جائیں تو پھر ان کے بارے میں فیصلہ کیا جائے اور سنجیدہ طور پر پیش آیا جائے۔ ایسے گھرانے میں بچہ، ترقی کرنے پر قادر نہیں ہوگا، ٹی وی پروگراموں کے حیرت ناک نفوذ اور تسلط کی وجہ سے اولاد کا اپنے والدین سے تعلق ختم ہو جاتا ہے۔ ہر کوئی دن رات اپنے کاموں میں ہی مشغول رہتا ہے۔ ہر کوئی اپنی خواہشات کی تکمیل کے لئے اپنی آرزوؤں کے گرد گھومتا رہتا ہے۔ قرآن میں ارشاد ہے۔ "و العصر ان الانسان لفی خسر الا الذین آمنوا و عملوا الصالحات".

معلمین اور مربی حضرات کا سب سے اہم فریضہ، بچوں کی شناخت اور ان کے حالات اور طرز عمل کا ادراک اور اس کی تحلیل کرنا ہے۔ تیسرا مسئلہ اس نکتے کی طرف توجہ ہے کہ وہ بچوں کے ساتھ اپنے طرز عمل اور تعلقات میں نہایت صبر، بردباری اور تحمل سے کام لیں کیونکہ یہ بات تجربے سے ثابت ہو چکی ہے کہ جو والدین اپنی اولاد کے ساتھ اپنے طرز عمل میں صبر، تحمل اور حوصلے سے کام لیتے ہیں ان کی بات اولاد پر

۱۔ طولانی آرزوؤں نے مجھے حقیقی فائدے تک پہنچنے سے دور رکھا۔ (دعائے کمیل)

اثر کرتی ہے اور وہ ان کی طرف توجہ دیتے ہیں۔ اس کے برعکس جو لوگ اپنی زندگی میں بردباری کا مظاہرہ نہیں کرتے وہ اپنی اولاد کے ساتھ قریبی اور مخلصانہ تعلقات برقرار نہیں رکھ سکتے۔

والدین کو ہمیشہ یہ توقع نہیں رکھنی چاہئے کہ بچے کاموں کو نپے تلے انداز میں اور بغیر کسی غلطی کے مکمل کریں گے۔ ہمیشہ بچے کے اعمال و رفتار پر تنقید و اعتراض کرنے سے پرہیز کرنا چاہئے اور مناسب حالات میں اس کے مثبت نکات کو مد نظر رکھتے ہوئے اس کے اچھے کاموں اور اس کی زحمتوں کی تعریف اور حوصلہ افزائی کر کے اس کی راہنمائی کرنی چاہئے۔

بچے کی اخلاقی ساخت کی بنیادیں

انسان کی شخصیت اور اس کی اخلاقی خصوصیات کی بنیاد بچپن میں، خاص کر عمر کے ابتدائی سالوں میں پڑتی ہے۔ (۱) تعلیم سے گہرا لگاؤ نیز والدین اور احباب کے طرز عمل اور رد عمل کے اثرات کے بارے میں لچک بچپن اور پرائمری اسکول میں داخلے سے پہلے کی خصوصیت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس دوران حاصل ہونے والی معلومات، عادات، رد عمل اور اخلاقی خصوصیات بچے کی روح میں مستحکم ہو جاتی ہیں اور ان کی گہرائی زیادہ ہوتی ہے۔ یہی اس کی اصلی شخصیت اور اس کے وجود کی بنیاد کو تشکیل دیتی ہیں اور اسی بنیاد پر اس کی شخصیت ڈھلتی ہے۔

ماہرین کے بقول، بڑوں کے طرز عمل میں پائی جانے والی خامیاں اور غیر اخلاقی حرکات، زندگی کے ابتدائی سالوں میں نشو و نما کے دوران صحیح برتاؤ اور تربیت کے فقدان کا نتیجہ ہیں۔

حقیقت میں انسان کی زندگی کے پہلے سات سال اس کی شخصیت کی بنیاد پڑنے کے دن ہیں۔ یہ وہی حساس مرحلہ ہوتا ہے جب بچہ اپنے والدین کے ساتھ رہتا ہے۔ یہ مرحلہ انسان کی زندگی کا سب سے اہم مرحلہ ہے اور پیغمبر اکرمؐ کی تعبیر کے مطابق یہ انسان کی سرداری اور امارت کا دور ہے۔ پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد گرامی ہے: "الولد سید سبع سنین، و عبد سبع سنین، و وزیر سبع سنین"۔ (۲)

۱۔ العلم فی الصغر کالنقش فی الحجر

۲۔ بچہ سات سال آقا، سات سال غلام اور سات سال وزیر ہوتا ہے۔

(مکارم الاخلاق ص ۲۲۷)

یہ دوران فقط انسان کی ترقی کا پیش خیمہ ہی نہیں بلکہ ایک انسان کی زندگی کا بے مثال حساس اور اہم حصہ ہے۔ اس بات کا اندازہ لگانا کہ آج کا بچہ کل کس طرح کا انسان ہوگا اس بات سے گہرا ربط رکھتا ہے کہ بچے نے ابتداء میں کس کی گود میں پرورش پائی ہے، کس کا دودھ پیا ہے، کس قسم کے مال سے اس کی پرورش ہوئی ہے، کس طرح کے ماحول اور کس طرح کے لوگوں کے ساتھ رہا ہے اور اس کے ساتھ رہنے والوں نے اس کی روح، فکر اور قلب پر کس قسم کے اثرات چھوڑے ہیں۔

اگر بچہ اسکول جانے سے قبل، اسی طرح نرسری اور پرائمری اسکول کے دوران ایک پاک، پر خلوص، مہربان اور خدا پر ایمان و اعتقاد والے گھرانے میں پرورش پائے اور عملی طور پر اسلام کے تربیتی اصولوں اور قواعد کے مطابق پروان چڑھے تو اس کائنات کے قدرتی مظاہر اور مثبت طریقے سے زندگی کے حقائق کے مبداء ہستی سے تعلق کا ادراک کرنے کے لئے، اس میں تفکر اور سوچ بچار کی قوت پروان چڑھے گی۔ لیکن اگر بچہ تربیت کے اس اہم اور حساس مرحلے میں ان مواقع سے محروم رہا ہو تو بڑا ہو کر اس کی تلافی مشکل اور بعض صورتوں میں نا ممکن ہوگی۔ حضرت علیؑ نے اپنے بیٹے امام حسنؑ کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا: "انما قلب الحدث کالارض الخالیة ما القی فیھا من شیء قبلته فبادرتک بالادب قبل ان یقسو قلبک و یشتغل لبک"۔ (۱) یعنی بے شک کم سن بچوں کا دل اس خالی زمین کے مانند ہوتا ہے جس میں جو بیج بھی ڈالا جائے اسے قبول کر لیتی ہے لہذا قبل اس کے آپ کا دل سخت ہو جائے اور آپ کا ذہن دوسری باتوں میں الجھ جائے، میں نے آپ کو تربیت دینے اور آداب سکھانے کے لئے قدم اٹھایا۔

۱۔ نہج البلاغہ، وصیت ۳۱

کم سنی کا مرحلہ ایسا مرحلہ ہے کہ اگر بچہ احساس ہمدردی، خوشی، مہر و محبت کے اظہار، تعلقات قائم کرنے اور باہمی تفاہم وغیرہ سے متعلق احساسات و جذبات کو پروان چڑھانے کے سلسلے میں صحیح اسلامی تعلیم و تربیت کے ذریعے جس کا سرچشمہ خدا پر ایمان و اعتقاد ہو، تربیت نہ پائے تو وہ ایک ایسے انسان میں بدل جائے گا جو خود پسند، بے رحم، مہر و محبت سے عاری ہو نیز والدین اور گھرانے کے باقی افراد اور معاشرے کے حوالے سے قدر شناسی کی حس سے بھی عاری ہو جائے گا۔

فقط اسلام جیسے گراں قدر مکتب سے رہنمائی حاصل کرتے ہوئے آئمہ معصومین کے ارشادات، اخلاق اور سیرت کے مطابق عمل کرتے ہوئے اور اپنی روح کے تزکیہ و اصلاح کے لئے دعاؤں اور دوسرے اسلامی آداب اور سنتوں سے استفادہ کرتے ہوئے طبیعی حقائق کے مقابلے میں اس صبر و استقامت کا مظاہرہ کیا جا سکتا ہے کہ جو ایک مسلمان مومن کی خصوصیت ہے۔

بچے کی تربیت کی عظیم ذمہ داری جو خدا نے ہمارے کندھوں پر ڈالی ہے، کی انجام دہی کے لئے ہمیں اسے زندگی کے خطرات اور پریشانیوں سے دور نہیں رکھنا چاہئے بلکہ محبت اور پیار کے ساتھ آہستہ آہستہ زندگی کی عملی حقیقتوں سے اسے روشناس کرائیں۔ اسی طرح ہماری جدوجہد اور کوشش کا محور ہمیشہ یہ نہیں ہونا چاہئے کہ اس کے لئے فقط مادی طور پر سکون اور آسائش کے وسائل فراہم کریں بلکہ اس کی روحانی تربیت کریں، اسے اسلامی اخلاق کے اقدار اور معیاروں سے آگاہ کریں۔ ایسا نہ ہو کہ نوجوانوں کے مد نظر فقط اپنی خواہشات ہی رہیں بلکہ رفتہ رفتہ معاشرتی مسائل اور تعلقات سے بھی باخبر کرنا چاہئے۔ تاکہ مستقبل میں اسے دوسروں کی پریشانیوں، غموں اور مشکلات اور اپنی ذمہ داری کا احساس ہو اور اس بات کا بھی کہ وہ دوسروں کی کس قسم کی مدد کر سکتا ہے اور یہ بات اس کے لئے اہمیت رکھتی ہو اور پیغمبر اکرم کے اس ارشاد: "و من اصبح و لم یھتم بامور المسلمین فلیس بمسلم"۔ یعنی جو کوئی صبح کرے اور وہ مسلمانوں کے امور میں

دلچسپی نہ لے تو وہ مسلمان نہیں ہے، کو مد نظر رکھے۔

دوسروں کی مدد کرنے کا جذبہ پرورش کے اسی مرحلے سے پیدا ہوتا ہے۔ آج کا بحث کرنے والا بچہ کل ایک فدا کار انسان کے روپ میں ظاہر ہوگا۔ بچپن کے جذبات و احساسات نہایت حساس اور نازک ہوتے ہیں۔ اور اسی عرصے میں روابط کی تشکیل، ذمہ داریوں کے ادراک، اقدار کی تشخیص، انہیں اہمیت دینے اور اس بات کی کہ کیا مستقبل میں اس کی نظر الٰہی ہوگی یا مادی اور یہ کہ کیا وہ مظلوموں کا حامی و مددگار اور ستم پیشہ لوگوں کا دشمن ہوگا یا نہیں کی تعیین ہوگی۔

خلاصہ یہ کہ زندگی کی مشکلات میں دوسروں کی مدد اور اسلامی ثقافت کی تعلیم و تربیت کے نتیجے میں تقرب خدا کے ضمن میں، ماتحت لوگوں اور محروموں کی طرف توجہ کا جذبہ یہیں سے تشکیل پاتا ہے۔ یہ اقدار بچپن میں ہی انسان کی طرف منتقل ہوتی ہیں۔ لہذا گھرانوں کے تمام تربیتی اقدامات کو بہت ہی نپے تلے انداز میں اسلامی اخلاقی اقدار کی ترقی اور پیش رفت کی سمت میں رکھنا چاہئے۔ زندگی کے تمام حالات اور امور میں، آمد و رفت میں، نشست و برخاست میں، کھانے پینے میں خلاصہ یہ کہ زندگی کے مختلف مراحل کہ جن میں والدین اور ملنے جلنے والوں کا بچے سے تعلق رہتا ہے ان سب میں بڑی بصیرت کے ساتھ اور اسلامی آداب اور اخلاق کا خیال رکھتے ہوئے عمل کرنا چاہئے۔ ہر کام اور فعالیت کا آغاز خدا کی یاد اور ذکر کے ساتھ ہو ان کا اختتام پروردگار کی حمد و ستائش پر ہو۔

ہمیشہ بچے کی شخصیت کا احترام اور اسے ذمہ داریوں کو قبول کرنے کے لئے آمادہ کرنا چاہئے۔ اسے دوسروں کا احترام کرنا سکھائیے، اسے سخاوت مندانہ جذبے کے ساتھ دوسروں کے حالات سمجھنے اور ان کی مدد کرنے کے لئے تیار کریں۔ گھریلو زندگی میں بچہ اپنے آپ کو گھر کے دوسرے افراد سے الگ تصور نہ کرنے پائے۔ روزمرہ کے کاموں اور ذمہ داریوں میں اسے اپنی توان کے مطابق دوسروں کا ہاتھ بٹانا چاہئے۔

اساتذہ اور مربی حضرات کی بھی ذمہ داری ہے کہ بزرگان دین اور آئمہ معصومینؑ کی زندگی اور تاریخی قصوں، (۱) داستانوں اور مثالوں کے ذریعے عظیم اخلاقی اقدار کو سادہ اور دلنشین انداز میں بچے کے سامنے بیان کریں تاکہ نیکی، صداقت، شجاعت، عظمت اور ایثار و فدا کاری کے جذبات پروان چڑھیں۔ البتہ اس اہم امر میں کامیابی کے لئے والدین، گھر کے افراد، سرپرست اور اساتذہ کے لئے بذات خود حقیقی اقدار اور اسلامی اخلاق و آداب اور رسوم سے آگاہ ہونا ضروری ہے۔ یہیں سے معلوم ہوتا ہے کہ صحیح نظم و ضبط اور تعلیم و تربیت کے دوران گھر اور اسکول جیسے دو اداروں کے درمیان تعلق اور ہم آہنگی ضروری ہے۔

افسوس کی بات ہے کہ بعض والدین یا مربی حضرات نظم و ضبط کے حقیقی مفہوم اور بچے کی ترقی اور تکامل میں اس کے واضح کردار کا مکمل طور پر ادارک نہیں رکھتے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے بچوں سے برتاؤ کے وقت یہ نہیں جانتے کہ فیصلہ کن طرز عمل کا مہربانی کے ساتھ اور نظم و ضبط کا نرمی و ملائمت کے ساتھ کیسے مظاہرہ کریں۔ تعلیم و تربیت میں ادب اور نظم و ضبط کو نظر انداز کرنا روا نہیں ہے۔ ان کے نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے تربیت کا کام ان کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا ہے اور ہم نونہالوں کی عمر اور وقت ضائع کر رہے ہیں۔ "لا میراث کالادب" (۲)۔

تعلیم و تربیت میں نظم و ضبط کا مطلب یہ نہیں ہے کہ بچے کی شخصیت کو محدود کیا جائے یا اس پر دباؤ ڈالا جائے بلکہ بچے کی عمر کے مطابق اس سے اچھا اور مناسب طرز عمل اختیار کرنا ہے اس طرح سے کہ اس وجہ سے بچے کا کردار منطقی صورت اختیار کر لے اور وہ موقع و محل کو مد نظر رکھتے ہوئے اپنی توانائی کے مطابق مناسب جواب دے

۱۔ قصہ گوئی کے لئے ایک مناسب موقعہ، بچے کے سونے کا وقت ہے۔

۲۔ کوئی سرمایہ اور ارث، ادب سے بالاتر نہیں ہے۔ (حضرت علی علیہ السلام)

سکے۔ آگے چل کر وہ سیکھ لے گا کہ اپنے وقت اور وسائل سے کس طرح بھرپور استفادہ کرے اور ہر کام میں خود اعتمادی سے کام لے۔

انضباط کی بنیاد پر بچے کے احترام کی طرف خاص توجہ دینی چاہئے کیونکہ دو طرفہ احترام، مربی اور بچے کے درمیان تعلقات کی بنیاد ہے اور اسی صورت میں بچہ آپ کی راہنمائی قبول کرے گا۔ اس کے ذریعے ہی اسے سرکشی اور غیر مناسب طرز عمل اختیار کرنے سے روکا جا سکتا ہے۔

والدین کی صحیح، معقول، پے در پے اور فیصلہ کن خواہشات بچے کو مناسب طرز عمل کی راہیں دریافت کرنے میں مدد دیں گی۔

شخصیت کے تمام پہلوؤں پر توجہ

اسلامی تعلیم و تربیت کی چونکہ انسان کی تمام خصوصیات پر توجہ ہوتی ہے اور اس کا مقصد، انسان کی شخصیت کے تمام گوشوں کو اجاگر کرنا ہے نہ کہ بعض پہلوؤں اور خصوصیات کو، لہذا مکتب اسلام میں مومن انسان کی شخصیت ہمہ گیر ہوتی ہے۔ تمام میدانوں میں اس کی توانائیاں ظاہر ہوتی ہیں۔ دوسری طرف سے اس کی شخصیت، گفتار اور کردار میں ایک قسم کی وحدت اور ہم آہنگی نمایاں ہوتی ہے۔

تربیت کا سلسلہ اس صورت میں نتیجہ خیز ثابت ہوگا جب بچہ اسلامی تعلیم و تربیت کے مفہوم سے آگاہ ہو کہ جس میں مختلف امور کے بارے میں دستورات، احکام اور آداب ایک دوسرے سے ہم آہنگ ہیں اور اس کی پرورش بھی کامیابی سے انجام پائے، کیونکہ اسلامی تعلیم و تربیت کے معاملے میں، تربیت کے بعض پہلوؤں کی طرف توجہ اور بعض سے غفلت، اخلاقی انحراف اور یک طرفہ پرورش کا موجب بنے گی جیساکہ تاریخ میں ہمیشہ اس طرح ہوا ہے یک طرفہ شخصیات کہ جو اپنے لئے اور معاشرے کے لئے نقصان دہ تھیں ان میں سے ہر ایک نے اپنی رائے ٹھونس کر معاشرے میں بگاڑ پیدا کیا ہے۔

ایک اور مسئلہ، وقت اور مناسب تربیتی اصولوں کے درمیان ہم آہنگی ہے۔ اس اصول کا خیال رکھنا کہ بچے کو کس وقت کیا سکھایا جائے، سرپرست اور مربی حضرات کی کامیابی کا موجب ہوگا۔

اس بات کی طرف توجہ رکھنی چاہئے کہ بچہ ہمیشہ اثر قبول کرنے کی حالت میں ہوتا ہے اور یہ امر فقط معینہ حالات یا معینہ اوقات میں باقاعدہ تعلیم میں منحصر نہیں ہوتا بلکہ دیگر اوقات میں بھی بچہ تربیت و تعلیم پا رہا ہوتا ہے اور کبھی کبھار تو غیر رسمی

تعلیمات، باقاعدہ تعلیم سے کہیں زیادہ موثر واقع ہوتی ہیں۔ دوسرے اہم عناصر جو بچے کی تربیت اور اس کی شخصیت کی تشکیل میں بلا واسطہ طور پر موثر ہوتے ہیں مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ ماں باپ کے باہمی تعلقات اور ان میں ہم آہنگی کی کیفیت۔
۲۔ احباب، ہم عصروں، ہمسایوں اور رشتہ داروں سے دوستی اور معاشرت۔
۳۔ وہ شخصیات جو اس کے سامنے ہیں اور وہ اہم افراد جن کا تعلق بچے سے رہتا ہے۔
۴۔ وہ معیار اور اقدار کہ جن کی بنیاد پر بچے کو سزا دی جاتی ہے یا اسے تنبیہہ کی جاتی ہے۔
۵۔ بچے کی زندگی میں پیش آنے والے واقعات و مسائل اور ان کے بارے میں بچے کا رویہ۔
۶۔ وہ اقدار جنہیں خاندان اور بچے کے اردگرد کے لوگ اس کے سامنے اہم بنا کر پیش کرتے ہیں۔
۷۔ فارغ اوقات گزارنے کا انداز۔

پرائمری اسکول میں داخلے سے پہلے

پرائمری اسکول میں داخلے سے پہلے بچوں کو ایک مناسب تربیتی ماحول میسر ہونا چاہئے۔ پرائمری اسکول کے بعد والے دور میں ان کی کامیابی، اس بات سے مشروط ہے کہ وہ وسیع پیمانے پر مظاہر فطرت کی عملی شناخت پیدا کرے ان کو سمجھے، ان سے استفادہ کرے اور ان سے تجربہ حاصل کرے۔ بچے کے حسی اور عملی ادراکات کا دائرہ جس قدر وسیع تر ہوگا اسی حساب سے سات سال کے بعد کے مرحلے میں بھی تفکر اور معرفت کے میدان میں فائدہ اٹھائیں گے۔

ادھر دوسری طرف اساتذہ اور مربی حضرات کو اس بات کی طرف توجہ رکھنی چاہئے کہ بچوں کی فکری اور تعلیمی تربیت، جذباتی، نفسیاتی اور اخلاقی مسائل سے جدا نہیں ہو سکتی۔

مختلف چیزیں سیکھنے میں
جذباتی مسائل کا کردار

اکثر اوقات بچے کے اندر موجود سیکھنے کی صلاحیت اور قوت ادراک، جذباتی اور تعلیمی مسائل کے زیر اثر آ جاتے ہیں۔ والدین اور مربی حضرات کے بچے سے نا مناسب برتاؤ اور اس کا دل اچاٹ ہو جانے کی وجہ سے کلاس میں اس کی توجہ ادھر ادھر بھٹکتی رہتی ہے۔ والدین اور مربی حضرات کا اس موضوع کی طرف توجہ نہ دینا ممکن ہے بچے کو تعلیمی مسائل کے سیکھنے میں مشکلات سے دوچار کر دے اور اس کی کوشش اور توجہ کو ختم کر دے۔

بچوں کی فکری، عملی اور تعلیمی تربیت میں سب سے اہم مسئلہ، بچوں کے پسندیدہ احساسات اور جذباتی پہلوؤں سے تعلیم کا مربوط ہونا نیز اس دوران ان کی نفسیاتی خصوصیات کی طرف توجہ دینا ہے ان حالات میں بچہ شوق و جذبے سے جدید معلومات حاصل کرے گا اور زیادہ سے زیادہ حقائق کشف کرنے میں اپنی جدوجہد کو بڑھائے گا۔

عطوفت و مہربانی کے ساتھ بچے کی فکری تعلیم جب والدین اور مربی حضرات کی صحیح رہنمائی کے ساتھ ہو تو یہ مبداء آفرینش (خدا) سے لگاؤ کہ جو سب کمالات کا منبع ہے، کو عروج تک پہنچا دیتی ہے۔ اسلامی آداب و رسوم کی روشنی میں تربیتی پروگراموں کی صحیح پلاننگ کی صورت میں بچے کے تربیتی پروگرام بھی نتیجہ خیز اور کامیاب ثابت ہوں گے۔

بچے کے مخصوص جذبات کو مد نظر رکھے بغیر، اس کے شوق و رغبت کے مرکز کی پہچان کے بغیر نیز صحیح منصوبہ بندی کے بغیر بچے کو درسی معلومات فراہم کرنا اس بات کا موجب بنتا ہے کہ اس کی معلومات سطحی ہوں اور بچہ کلاس میں زبردست ذہنی دباؤ اور تھکاوٹ کا شکار رہے۔ دوسری طرف سے والدین کو چاہئے کہ وہ بچوں کو اس بات میں مدد دیں کہ وہ حالات و واقعات کی حقیقت کو صحیح طریقے سے سمجھ سکیں، نیز گھر اور اسکول

میں مختلف اقدار کے درمیان جن تضادات کا وہ مشاہدہ کرتا ہے ان کو صحیح طریقے سے درک کر سکے۔

بچے کی فکری تربیت کا بلا واسطہ طور پر والدین کے روزمرہ کے طرز عمل مختلف عادات، برتاؤ اور ان کی پسند کے پروگراموں کے ساتھ تعلق ہے۔ اسلامی تعلیم و تربیت کے اصولوں سے والدین کی آگاہی اور ان اصولوں پر ان کا ایمان، عمل میں اسلامی روایات و آداب کا خیال اور بچوں کے ساتھ صحیح برتاؤ کے طریقوں سے آشنائی، چھوٹے بچوں کی فکری تربیت اور ان سے متعلق منصوبہ بندی کے لئے ضروری ہے۔ والدین فقط انہی اصولوں پر عمل کرنے کی صورت میں مثبت اور صحیح راستوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے، اپنے بچے کو تعلیمی مرحلے میں داخلے کے لئے تیار کر سکتے ہیں۔

والدین کو یہ مد نظر رکھنا چاہئے کہ پرائمری اسکول میں داخلے کے لئے پہلے سات سالوں میں تعلیمی اور تربیتی کام اور مسلسل جدوجہد کی ضرورت ہے۔ یوں ان کا بچہ ابتدائی معلومات کو درک کرتے ہوئے بڑی آسانی سے اپنے مربی اور اپنی عمر کے دوسرے بچوں سے روابط استوار کرنے کے لئے آمادہ ہوتا ہے۔ اس طرح وہ نفسیاتی طور پر پوری طرح اپنے کام سے دلچسپی کی حس کا ادراک کرتے ہوئے فکری و جسمانی توانائی کے ساتھ، اپنے ہم عمر افراد سے رابطہ قائم کرنے کے ساتھ ساتھ، تعلیم کے مرحلے میں داخل ہونے کے لئے تیار ہوتا ہے۔

بنا بر ایں پرائمری اسکول کے مرحلے میں یہ تربیتی مقاصد زیر نظر ہوتے ہیں: اچھی عادات اور صحیح روایات قائم کرنے کے لئے ماحول فراہم کرنا۔ دوسرے انسانوں سے محبت کے جذبات پیدا کرنا، بچوں اور بڑوں میں دوستانہ روابط قائم کرنا، زندگی گزارنے کے رسوم اور اصولوں کا خیال رکھنا، دوسروں پر مہربان اور ان کے لئے ہمدرد ہونا، معاشرتی ذمہ داریاں سنبھالنے کے لئے آمادہ ہونا، انسانی اقدار سے محبت اور بڑوں کا احترام کرنا۔

اچھی عادات قائم کرنا

بچے کو زندگی کے آداب (۱) اور معاشرتی ذمہ داریاں سنبھالنے کے لئے آمادہ کرنے کی خاطر ابتدائی اقدامات کی طرف توجہ دینی چاہیئے۔ اس مقصد کے لئے ضروری ہے کہ اس کے لئے دلچسپی کے اسباب فراہم کئے جائیں، اچھے ہم عمر بچوں کے ساتھ اسے ہمیشہ مرتبط رکھا جائے، اور ان کے ساتھ دوستانہ کھیلوں کا بندوبست کیا جائے۔ یوں ان کے اندر خدا پر ایمان، ایثار و فدا کاری، عفو و درگذشت اور دوسروں سے ہمدردی کا جذبہ پیدا کیا جائے۔ چونکہ بچپن کا زمانہ انسانی شخصیت کی تشکیل کا سب سے اہم مرحلہ ہوتا ہے اور اس مرحلے میں بچے جلدی اثر قبول کرنے اور محبت قبول کرنے کی زیادہ صلاحیت رکھتے ہیں لہذا با ایمان اور مومن افراد کے ساتھ ان کا دائمی رابطہ عمر کے اس مرحلے میں تربیت کے لئے بہترین ماحول فراہم کرتا ہے۔ اس کے نتیجے میں بچہ اپنے ہم نشینوں کے اعمال، افکار اور معیارات کی تقلید کرتا ہے اور ان پر عمل پیرا ہوتا ہے۔ یہیں سے ایک بار پھر والدین اور مربی حضرات کا بچوں کے لئے نمونہ عمل ہونے کا اہم کردار آشکار ہو جاتا ہے کیونکہ بچہ اپنی تمام معلومات، مہارتیں، صلاحیتیں، تصورات، کردار اور اخلاقیات غیر رسمی اور غیر شعوری کاموں کے دوران سیکھتا ہے نہ کہ والدین، اساتذہ اور مربی حضرات کے پے در پے احکام اور فرامین کے ذریعے۔ بنا بر ایں تمام اخلاقی اور تربیتی اصولوں کو مہر و محبت ترغیب و تشویق اور غیر رسمی تربیتی کھیلوں اور سرگرمیوں کے ذریعے جامہ عمل پہنانا چاہیئے تاکہ بچے میں صلاحیتیں، مہارتیں، اچھی عادات اور تخلیقی قوتیں اجاگر ہوں۔

۱۔ دع ابنک سبع سنین، و یؤدب سبع سنین، و الزمہ نفسک سبع سنین. یعنی اپنے بچے کو سات سالوں تک آزاد رکھو، دوسرے سات سالوں میں اسے ادب سکھاؤ اور تیسرے سات سالوں کے دوران اپنے ساتھ ساتھ رکھو۔ (وسائل، ج ۵ ص ۱۲۵)

بچے کے تکامل میں کھیلوں کا کردار

بہت سے والدین اور معاشرے کے بعض ذمہ دار حضرات بچوں کے معاملے میں کھیلوں اور تفریح کی اہمیت اور تاثیر سے غافل ہیں اور ان کے لئے ضروری وسائل مہیا کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ اسے ایک فضول اور بے فائدہ کام سمجھتے ہیں۔ حالانکہ اگر کھیل میں کوئی مقصد پیش نظر ہو تو وہ لہو و لعب کے دائرے سے خارج ہو کر ایک مقدس کام سمجھا جائے گا۔ اس کے برعکس بعض لوگ اپنی آسائش و سکون اور بچوں کے شور و غل سے بچنے کے لئے کھیل سے فائدہ اٹھاتے ہیں (تاکہ بچے مشغول رہیں) اور وہ اس کے برے پہلوؤں کی طرف کوئی توجہ نہیں دیتے حالانکہ مختلف سرگرمیوں اور کھیلوں میں مشغولیت بچپن کے دور کی اخلاقی، نفسیاتی اور جسمانی خصوصیات میں سے ہے۔ اس بات کی طرف توجہ رکھنی چاہئے کہ اگر والدین اپنے بچوں کے کاموں پر نظر نہیں رکھیں گے تو اس بات کا امکان ہے کہ وہ برے افراد کے ذریعے برے کاموں میں پڑ جائیں۔

اگر اسکولوں اور تعلیمی مراکز میں بچے کے لئے کھیل کے اسباب اور وسائل فراہم نہ ہوں اس طرح کہ وہ ورزش اور تفریح کے پیریڈ میں سرگرمی نہ دکھائے تو اس کے وجود میں جو توانائی جمع ہو چکی ہے وہ خرچ نہیں ہوگی اور یوں اسے وہ ذہنی یکسوئی اور سکون حاصل نہیں ہوگا جس کی اسے ضرورت ہے۔ حقیقت میں والدین اسباب و وسائل فراہم کرنے کے ذمہ دار ہیں اور اساتذہ و مربی حضرات بچوں کی جدوجہد کو صحیح سمت دینے کے ذمہ دار ہیں۔ یہ رہنمائی اور نگرانی ایسے طریقے سے ہو کہ وہ پورا دن اپنا وقت فضول ضائع نہ کرے۔ انہیں چاہئے کہ مناسب اوقات میں کام یا تفریح کے سلسلے میں اس کی حوصلہ افزائی کے ذریعے اسے سکون حاصل کرنے، سیکھنے کے عمل کو وسیع کرنے، تجربہ حاصل کرنے اور تعلیم و تربیت کے بلند مقاصد تک پہنچنے میں اس کی مدد کریں۔

مختصر طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ والدین اور مربی حضرات فقط مبداء ہستی (خدا) پر

اپنے راسخ ایمان و اعتقاد کے ذریعے، اپنے نفس کی معرفت و تہذیب کے ذریعے، بچے کی شخصیت و نفسیات سے ضروری آشنائی کے ذریعے اور اسلامی تعلیم و تربیت کے قوانین اور اصولوں کی شناخت کے ذریعے ہی اس بات پر قادر ہیں کہ احساسات، محبت، اخلاق، تعلیم نیز اپنے ہم عمر بچوں اور معاشرے کے دیگر افراد کے ساتھ بچے کے صحیح تعلقات کے میدان میں بچے کی سرگرمیوں کی راہنمائی کریں نیز اسلامی تعلیم و تربیت کے بلند مقاصد کے حصول کے لئے وہ نونہالوں اور اولاد کی شخصیت کی تعمیر کے لئے قدم آگے بڑھائیں کیونکہ یہ بچے اسلامی ملک کے مستقبل کے سرمائے ہیں۔

[illegible]

بچوں اور نوجوانوں کی تربیت کے بارے میں اہم اور قابل استفادہ نکات

۱۔ والدین اور مربی حضرات کو چاہئے کہ وہ بچوں کی ہر لحاظ سے مدد کریں نیز انہیں جھڑکنے اور ان پر رعب ڈالنے کے بجائے، صبر و تحمل اور محبت آمیز برتاؤ کے ذریعے ان میں خود اعتمادی اور امن و سکون کا احساس پیدا کرنے کے علاوہ ان کی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کے لئے مناسب ماحول فراہم کریں۔

۲۔ ابتدائی مرحلے میں تمام تربیتی اور تعلیمی سرگرمیاں، تنوع، جاذبیت اور ترغیب کے ساتھ ہونی چاہئیں۔ چونکہ بچوں کے کھیل ان کی ترقی کے لئے نہایت اہم ہیں اور ان کے جسم، روح، فکر اور احساسات و جذبات کی تربیت کے لئے ایک اہم ذریعہ ہیں لہذا تربیت کا ہنر، نونہالوں کی تربیت میں تربیتی اور تعلیمی مسائل کو کھیلوں کے ساتھ یکجا کرنے سے عبارت ہے۔

۳۔ والدین اور مربی حضرات کو روزانہ چند گھنٹے اپنی اولاد اور بچوں کے سوالوں کا جواب دینے اور ان کے ساتھ صحیح سلوک کرنے کے لئے مختص کرنے چاہئیں۔ علاوہ ازیں وہ بچے کے طرز عمل اور خواہشات کے بارے میں فیصلہ کرنے میں صحیح ضوابط اور قواعد کو مدنظر رکھیں۔

بچوں کی صحیح شناخت اور ان کے بارے میں صحیح تربیتی نقطہ نظر کا فقدان نیز اسلامی آداب اور روایات کو نظر انداز کرنا انسان کی شخصیت میں گہری تبدیلیاں ایجاد کرنے سے غفلت کا باعث ہیں۔ افسوس کی بات ہے کہ بہت سے والدین اور مربی حضرات اب بھی اپنی اولاد کے بارے میں اپنی ذمہ داریوں سے آگاہ نہیں اور ان کے ساتھ سختی اور لاپرواہی

سے پیش آتے ہیں۔ (۱) یہاں تک کہ والدین اور اساتذہ بچوں کی خداداد صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کی بجائے بچوں کو مارتے پیٹتے ہیں، ان کی توہین کرتے ہیں اور انہیں سرزنش کرتے ہیں۔

بچوں پر زبردستی

۷۔ ماں باپ کے ساتھ بچے کا بہت زیادہ جذباتی تعلق، اسے ان کے ساتھ تعاون پر مائل کرتا ہے اور ان کے فرامین پر عمل کرنے کا ماحول فراہم کرتا ہے کیونکہ تجربے سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ مطیع ترین بچے ایسے بچے تھے کہ جن کی مائیں مندرجہ ذیل صفات میں دوسروں سے برتر تھیں:

۱) بچوں کی خواہشات کا احساس رکھتی اور ہمیشہ ان کی طرف توجہ دیتی تھیں۔
۲) بچے کو تمام حالات و مواقع میں اہمیت دیتی تھیں۔
۳) تدبیر و ہوشیاری کے ساتھ، اس کے ساتھ تعاون کرتی تھیں اور ہرگز اپنے فیصلے اور حکم کو زبردستی اس پر مسلط نہیں کرتی تھیں۔
۴) اپنے بچوں کا احترام کرتی تھیں۔
۵) محبت کے اظہار کے ساتھ ساتھ، فیصلہ کن اور استوار ہوتی تھیں۔
۶) اپنے اور دوسرے بچوں سے عدالت و انصاف سے پیش آتی تھیں۔

۸۔ کہانی سنانے کے لئے مناسب ترین وقت سونے کا وقت ہے جس میں بڑے سادہ انداز کے ساتھ بہترین داستانیں بیان کی جا سکتی ہیں، کیونکہ یہ خود بچوں کی شخصیت کی تعمیر میں موثر ہیں۔

۹۔ اس مسئلے کو درک کرنا کہ بچوں کو مہر و محبت کی ضرورت ہوتی ہے، ہمیں خبردار کرتا ہے کہ سخت اور قہر آمیز برتاؤ بچے کے طرز عمل کو معمول کے راستے سے ہٹا دے گا۔ ان پر بے جا سختی کرنا اور ان سے بار بار دشوار کاموں کا کہنا، ان میں ہٹ دھرمی کے ساتھ ساتھ ایک قسم کی دفاعی حالت پیدا کر دے گا۔ یوں ان کی آزادی سلب ہو جائے گی اور کبھی کبھار وہ اپنی خواہشات کے حصول کے لئے جھوٹ کا سہارا لیں گے۔

۱۰۔ چونکہ بچہ اپنے والدین سے بہت ہی متاثر ہوتا ہے لہذا تقلید کے ذریعے وہ والدین سے طرز عمل، عادات اور مثبت یا منفی خصلتیں حاصل کرتا ہے بنا بریں اگر والدین ایک دوسرے سے جھوٹ بولیں تو بچے کو بھی جھوٹ بولنے کی عادت پڑ جائے گی۔

۱۱۔ گھر والوں کا خوش اخلاق اور متدین افراد کی طرف میلان اور ان کے ساتھ رفت و آمد، بچوں میں مذہبی مسائل سے محبت اور اخلاقی خصوصیات کے پروان چڑھنے کا باعث بنیں گی۔

۱۲۔ بچوں سے یہ توقع نہیں رکھی جا سکتی کہ وہ ہمیشہ چپ اور خاموش رہیں اور ہم سے کوئی خواہش اور سوال کیئے بغیر ایک کونے میں دبک کر سبق یاد کرنے میں مشغول رہیں۔ بلکہ اس پر نشاط اور پر تحرک دور میں ان کی معنوی خواہش اور اندرونی جذبے کی طرف توجہ دیں۔

۱۳۔ بچہ، والدین اور مربی حضرات کے طرز عمل کو ایک پیغام کی طرح دیکھتا ہے، خواہ یہ پیغامات معقول اور مطلوب ہوں یا غیر معقول اور نا مطلوب۔ اگر سرپرست حضرات اپنی خواہشات کی تکمیل میں تردد سے کام لیں یا ایک بار کسی طرز عمل کو قبول کریں اور دوسری دفعہ اس کو رد کر دیں تو اس صورت میں بچے بھی سرگردانی کا شکار ہوں گے کیونکہ اس صورت میں انہیں مطلوب اور پسندیدہ عمل یا نا مطلوب اور غیر پسندیدہ عمل کی واضح شناخت نہیں ہوگی یوں وہ اضطراب و پریشانی کی حالت میں رہیں گے۔

۱۴۔ گھر یا کلاس میں بچوں کو آزادی اور اختیار دینے کا معیار، ان کے کنٹرول اور انضباط سے مشروط ہے لہذا آزادی کو کنٹرول اور نظم و ضبط کی کسوٹی پر پرکھا جا سکتا ہے۔

۱۵۔ مربی حضرات کو چاہئے کہ اپنے طرز عمل اور فیصلوں میں استدلال اور منطق کی بنیاد پر عمل کریں اور ہمیشہ اپنے فیصلوں اور فرامین کے بارے میں، ضروری نتائج، پیش بینی اور دور اندیشی کو مد نظر رکھیں۔

۱۶۔ سرپرست اور مربی حضرات کو چاہئے کہ بچوں کے ساتھ برتاؤ میں پسندیدہ آگاہانہ اور آزادی پر مبنی طرز عمل کا مظاہرہ کریں نہ یہ کہ ناگہانی طور پر اپنے رد عمل کا مظاہرہ کریں تاکہ وہ نفسیات اور طرز عمل کے حوالے سے ہر قسم کے خلل سے محفوظ رہیں۔

۱۷۔ والدین اور مربی حضرات ہمیشہ اپنے احکامات کے بارے میں یہ سوچیں کہ:

۱) ان کے فیصلے کی بنیاد کونسی چیزیں ہیں؟
۲) بچے کی عمر کس عمل اور رد عمل کا تقاضا کر رہی ہے؟
۳) بچے کی رغبت اور پسند کس روش کا تقاضا کرتی ہے؟

ابتدائی مرحلے کے تربیتی نکات

۱۸۔ والدین اور مربی حضرات، بچوں سے جس طرز عمل کی توقع رکھتے ہیں اس کا بچوں کو واضح طور پر علم ہونا چاہئے۔

۱۹۔ بچوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ ان سے متعلق قوانین کس وجہ اور کس لئے بنائے گئے ہیں۔ انہیں مختلف کاموں کی علت کا علم ہونا چاہئے تاکہ ان کو بہتر طور پر قبول کر سکیں اس مقصد کے لئے یہ کوشش کرنی چاہئے کہ جو بھی ضابطہ اور قانون بنایا جائے بچے کی نظر میں اس کی کوئی منطقی دلیل ہو۔

۲۰۔ بچوں کو یہ موقع دینا چاہئے کہ وہ مطلوب اور شائستہ طرز عمل کا مشاہدہ اور اس کی مشق کریں اور ایک خاص رفتار یا مطلوبہ عادت کی مشق کے بعد، معلم کا فرض ہے کہ اس کے درست ہونے کی علت کا تذکرہ کرے۔

۲۱۔ بچوں کو عملی طور پر صحیح کارکردگی سیکھنی چاہئے۔

۲۲۔ والدین اور مربی حضرات کو معلوم ہونا چاہئے کہ صحیح عمل کا عادی ہو جانا، مشق اور تکرار کا نتیجہ ہے۔ عمل اور تکرار کے ذریعے بچوں میں عادات پیدا ہوتی ہیں۔

۲۳۔ اچھی عادات پیدا کرنے کے لئے گھر اور اسکول کو ہم آہنگ ہو کر مسلسل توجہ دینا چاہئے۔

۲۴۔ پہلی بار ہی بچے سے یہ توقع نہیں رکھنی چاہئے کہ وہ مطلوبہ طرز عمل کا مظاہرہ اور ہر حکم کی اطاعت کرے گا، بلکہ کچھ عرصہ گزر جانے دیں تاکہ اس کے لئے یہ بات

قابل قبول ہو اور وہ اس کا ادراک کر سکے۔

۲۵۔ بچے سے کیے جانے والے کام اور طرز عمل اس کی عمر اور اس کے وجود کی گنجائش کے تقاضے کی بنیاد پر ہونے چاہئں جبکہ بچے اور مربی کے لئے یقینی طور پر یہ بات ثابت ہوگئی ہو کہ بچہ یہ کام کرنے کی توانائی رکھتا ہے۔

۲۶۔ بچوں سے بڑوں جیسے طرز عمل اور ان کی طرح قواعد و ضوابط کی پابندی کی توقع رکھنا، معقول بات نہیں ہے۔ مربی حضرات کو چاہئے کہ بچے سے اس طرز عمل کی توقع رکھیں جو اس کی عمر کے تقاضوں کے مطابق ہو۔

۲۷۔ والدین اور مربی حضرات کو معلوم ہونا چاہئے کہ بچوں کے طرز عمل کو تبدیل کرنے میں مختلف حالات بہت موثر واقع ہوسکتے ہیں مثال کے طور پر ٹی وی دیکھنے میں بچوں کے وقت کو ضائع ہونے سے بچانے کے لئے، ٹی وی کو ہال سے اٹھا کر کسی اور جگہ رکھ دیا جائے کہ جہاں آمد و رفت کا امکان کم ہو۔ اس صورت میں ماحول اور مقام کے بدل جانے سے بچے ٹی وی دیکھنے پر کم وقت صرف کریں گے۔

ناسازگاری

۲۸۔ سرپرست اور مربی حضرات کو معلوم ہونا چاہئے کہ نوجوانوں کے اندر موجود اجتماعی اور جذباتی ناسازگاری بچے کے ابتدائی مرحلے میں والدین کی بے توجہی، عطوفت و مہربانی سے بچوں کی محرومیت اور اس میں کمی کے باعث ہے۔ ایسے بچے دوسروں سے زیادہ ناکام اور ناسازگار ہوں گے، وہ طاقت، ارادے اور خود اعتمادی سے محروم ہوں گے، جھگڑالو ہوں گے، کلاس میں زیادہ تر گھبراہٹ کے شکار اور درس کے دوران وہ مضطرب رہیں گے۔ یہاں تک ک جب ان سے گھر کے کام کے متعلق پوچھا جاتا ہے تو جھوٹ بولتے ہیں۔ اپنے اردگرد کی چیزوں کو خراب کرتے ہیں، غصے میں آ جاتے ہیں، دوسروں

کو مارتے ہیں، بغیر کسی ضرورت کے مدد مانگتے رہتے ہیں اور ان کی اجتماعی توقعات بھی کمزور اور سطحی ہوتی ہیں۔

آزادی

۲۹۔ بچوں کو آزادی دینا، ان میں استقلال اور خود اعتمادی پیدا ہونے اور ان کے اندر حس جستجو کو بیدار کرنے کا باعث بنتا ہے جس کے نتیجے میں معاشرے کی مشکلات سے عہدہ برا ہونے کے لئے ان کی جدوجہد اور کوشش میں اضافہ ہوتا ہے ان میں خود اعتمادی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ اس طرح نئے حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے ان کے وجود میں مناسب طریقوں سے استفادہ کرتے ہوئے مناسب رد عمل کا مظاہرہ کرنے کے لئے آمادگی پیدا ہو جاتی ہے۔ البتہ والدین اور مربی حضرات کی اس امر میں ترغیب بہت ہی کارگر ثابت ہوتی ہے۔

۳۰۔ وہ والدین اور مربی حضرات جو بچوں کی آزادی، تحرک اور جدوجہد میں رکاوٹ ڈالتے ہیں، وہ ان کے اندر جستجو کی حس کے کھلنے اور ان میں خود اعتمادی کے ختم یا کمزور ہو جانے کا باعث بنتے ہیں یہاں تک کہ ان میں سے اکثر بچوں میں تخلیق و استقلال کی حس ختم ہو جاتی ہے، کاموں کے انجام دہی کے سلسلے میں وہ ناتواں ہو جاتے ہیں، ان کے کاموں میں ثبات اور استقامت کا فقدان پایا جاتا ہے لہذا وہ مصائب کا مقابلہ بڑی مشکل سے کرتے ہیں وہ کام انجام دینے سے جی چراتے ہیں اور ان کی زبان پر ہمیشہ شکایت رہتی ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ ایسے کاموں کی وجہ بچپن میں ان کی کوششوں کی ترغیب اور آزادی عمل کا فقدان ہے۔

پائیداری

۳۱۔ درسی موضوعات کو یاد کرنے کا لازمہ پائیداری ہے۔ بچوں کی کارکردگی سے متعلق علوم میں تحقیقات سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ اسکول میں سیکھنے اور کامیابی حاصل کرنے کی قوی وجہ اور محرک بچوں کی سات سالہ ابتدائی زندگی کے دوران ضروری فعالیت اور جدوجہد ہے۔ بچپن میں کامیابی کا احساس اور اپنے اردگرد کے ماحول سے تجربہ حاصل کرنا، مستقبل کی زندگی میں بچے اور نوجوانوں کی کامیابیوں کے حصول اور اس کی کوشش، جدوجہد اور پائیداری کے عوامل میں سے ہیں۔

برتاؤ

۳۲۔ والدین کا غلط اور نامناسب برتاؤ، بچوں میں مہر و محبت کے لحاظ سے ناسازگاری کی سب سے زیادہ رائج وجہ ہے۔ جنسی دشواریوں کے باعث والدین کا اختلاف، ایک دوسرے سے تعاون نہ کرنا، ایک دوسرے کو نہ سمجھنا، عمر میں فرق، نظریات میں اختلاف، اسی طرح دوستوں اور رشتہ داروں کے جھگڑے خلاصہ یہ کہ والدین کے درمیان صحیح اور محبت آمیز تعلقات کا فقدان، جذباتی مسائل، انفرادی ناسازگاری اور یادگیری کی مشکلات، اس سلسلے میں طالب علم پر گہرے اثرات ڈالتی ہیں۔

۳۳۔ بچے کے بہت سے واضح جوابات، جذباتی اور عملی رد عمل، ساتھ رہنے والوں کے سکھلانے اور گھرانے میں ترغیب و تشویق کی وجہ سے، حاصل ہوتے ہیں۔ یہ اصول گھر سے باہر بھی موثر اور کارگر ہے۔

۳۴۔ دوسرے جیسا بننے یا کسی کو اپنا آئیڈیل بنانے کی کوشش بھی انسان کی

انفرادی و اجتماعی شخصیت کے تکامل میں بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ بچہ آغاز ہی میں اپنے آپ کو والدین جیسا بنانے کے لئے اور پھر اپنے اردگرد کے لوگوں، اساتذہ اور مربی حضرات جیسا بننے کے لئے ان کے طرز عمل، طرز تفکر اور ان کے جیسے احساسات اپنانے کی کوشش کرتا ہے۔

۳۵۔ دوسروں جیسا بننے اور ان کی تقلید کا سب سے اہم دور بچے کا (سات سالہ ابتدائی دور ہے۔

۳۶۔ دوسروں جیسا بننا ایسا لاشعوری فعل ہے کہ جو لذت اور سکون کے احساس کے ساتھ لاشعوری طور پر بچے کے ذہن میں آتا ہے اور اس امر کا انعام یا ترغیب دینے والے کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ وہ بچے شدید طور پر اپنے والدین یا مربی حضرات جیسا بننے کی کوشش کرتے ہیں جو یہ احساس کریں کہ والدین یا مربی حضرات ان کے ساتھ مہر و محبت کرنے والے اور انہیں انعام دینے والے ہیں۔ یہ نکتہ اس بات پر گواہ ہے کہ والدین اور مربی بچے کی شخصیت کا جو احترام کرتے ہیں اور اس سے عشق و محبت کا جو مظاہرہ کرتے ہیں وہ بچے کے جذبہ تقلید کی بنیاد اور اساس ہیں۔ والدین جس قدر اپنے بچوں سے قریبی رابطہ رکھ سکیں، اتنا ہی اس مسئلے میں زیادہ کامیاب ہوں گے۔ ڈانٹ ڈپٹ سے کام لینے والے والدین کے بچے بھی اسی طرح جھگڑالو ہوں گے اسی طرح ادب اور مہر و محبت کا مظاہرہ کرنے والے والدین با ادب، احساس سے لبریز اور محبت والے بچوں کی تربیت کریں گے۔

۳۷۔ والدین اور مربی حضرات جو بچے کی شخصیت پر اثر انداز ہونے والا اہم ترین عامل اور اس کی شخصیت کے لئے نمونہ عمل ہیں اگر نوجوانوں کے سامنے نظم و ضبط کا مظاہرہ نہ کریں اور لاپرواہی و بد نظمی کا مظاہرہ کریں تو وہ یہ توقع کیسے رکھ سکتے ہیں کہ ان کے زیر تربیت بچے نظم و ضبط اور ڈسپلن کے حامل نکلیں گے؟

۳۸۔ تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ جوانوں میں بد ترین نفسیاتی مسائل کی وجہ ان

کی ابتدائی زندگی کے دوران تربیت میں کمزوری ہے۔

۳۹۔ بچوں کی استعداد اور ان کی پسند کے مطابق ان کو سادہ کاموں کے بارے میں کہنا اس بات کا موجب بنتا ہے کہ کاموں کو اپنے ذمہ لینے کے لئے ان میں زیادہ رغبت اور شوق پیدا ہو۔ بنا بریں کبھی بھی اس طرح کا موازنہ کرتے ہوئے کہ دوسرا بچہ اس کام کو بہتر یا جلدی انجام دیتا ہے، بچوں میں ذمہ داری کے قبول کرنے کے جذبے کو ختم نہ کریں۔

۴۰۔ تجربے سے یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ لا ابالی والدین اور وہ والدین جو اپنی اولاد کی تربیت پر ذرا سا وقت بھی خرچ نہیں کرتے انہیں ان کے بچے بھی کوئی اہمیت نہیں دیتے۔

۴۱۔ بچوں کے کاموں میں مداخلت، ان کی راہنمائی اور نصیحت کے طور پر ہونی چاہئے نہ کہ امر و نہی کی صورت میں (کہ یہ کام کرو، فلاں کام نہ کرو) تاکہ بچے کی حساس روح اس کام کو زیادہ شوق اور فکری ہم آہنگی کے ساتھ انجام دے۔

۴۲۔ والدین کو معلوم ہونا چاہئے کہ گھر میں بچے ہمیشہ ان کے اعمال و رفتار پر نظر رکھے ہوئے ہیں اور یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ اس مسئلے سے غافل رہیں خاص کر ہمبستری کے دوران، کیونکہ اس مسئلے سے بے توجہی نوجوانوں میں یہاں تک کہ بچپن کے دوران بھی بہت سے مسائل اور انحرافات کا سبب بنتی ہے۔

۴۳۔ ایک شرمندہ، جھگڑالو اور گوشہ نشین بچہ جس نے ایسے گھرانے میں پرورش پائی ہو جو سخت گیر، محدود کرنے والا، سختیاں کرنے والا اور سرزنش کرنے والا ہو تو ممکن ہے ایک مناسب اسکول میں داخلے، سمجھدار اساتذہ کی صحبت اور اچھا ماحول مل جانے کی وجہ سے ہشاش بشاش، خوش مزاج اور تخلیقی صلاحیتوں کا حامل بن جائے۔ لہذا ماحول کی تبدیلی بچے کی جذباتی اور نفسیاتی حالت کے لئے بہت اہم تاثیر رکھتی ہے۔ اس کے برعکس ممکن ہے کہ اسکولوں، گلی کوچوں اور ہمسایوں سے حاصل ہونے والے تلخ اور غیر

مطلوب تجربات والدین کے ساتھ بچوں کے روابط کے مثبت اثرات کو کمزور کریں۔

خلاصہ یہ کہ نئے مواقع اور حالات سے آشنائی کے باعث خاص کر معاشرتی تعلقات میں جبکہ وہ جاذب اور مثبت بھی ہوں بچے کی شخصیت میں دوبارہ تبدیلی پیدا ہوگی۔

۴۴۔ جن بچوں کو زندگی میں ناکامیوں اور محرومیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے جیسے گھریلو محرومیاں، تعلیمی ماحول کا غیر مناسب ہونا اور وہاں کی سخت گیری، کھیلنے کی جگہ کا کم ہونا اور تفریحی وسائل و اسباب کا نہ ہونا وغیرہ، ایسے بچے اکثر اوقات جھگڑالو اور گوشہ نشین ہو جاتے ہیں۔ اس کے برعکس اگر بچے یا نوجوانوں کو کھیلنے والے ساتھی مل جائیں۔ اسے مختلف وسائل، ماحول اور مواقع میسر آ جائیں، اسی طرح اگر وہ مہر و محبت، حوصلہ افزائی اور ترغیب سے بہرہ مندہ ہو تو یہ ان کے جذباتی اور نفسیاتی تعادل کے تکامل کا باعث بنیں گے اور ہمیشہ ان کے عزائم بلند اور جذبے استوار ہوں گے۔ نیز وہ پسندیدہ معاشرتی طرز عمل کا مظاہرہ کریں گے۔

۴۵۔ والدین اور مربی حضرات کو چاہئے کہ نوجوانوں کے وہ طرز عمل اور رد عمل جو ان کی ناسازگاری اور ناکامی کا سبب بنتے ہیں اور ان پر دباؤ ڈالتے ہیں کو محسوس کریں اور فوراً عقلمندی کے ساتھ انہیں اس صورتحال سے نکالیں۔ ہمیشہ دوستانہ بحث و گفتگو کے ذریعے اس کی راہنمائی کریں۔ اس طرح کے حالات میں اسے ڈانٹنا اور اس کے ساتھ سخت برتاؤ اسے اور ضدی بنا دے گا۔ اس سے کئی نفسیاتی بیماریاں اور مشکلات پیدا ہوں گی۔

۴۶۔ بچوں اور نوجوانوں کے اثر قبول کرنے میں فقط ماں باپ کی شخصیت کا کردار ...وست، اردگرد رہنے والے، ہمسائے، رشتہ دار یا ہر مرحلے کے دیگر ہم ... کی شخصیت کے تکامل پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ مثال کے ... دوران اپنے آپ کو فلمی ہیرو کی طرح بنانے ... تو نوجوانوں کے کردار اور اس

۴۷۔ بچپنے کے دوران خاص کر عمر کے ابتدائی سالوں میں جب بچہ اپنے والدین کی گود میں پروان چڑھ رہا ہوتا ہے اس کی شخصیت کی بنیاد پڑتی ہے۔ اس کے بعد والدین کی خصوصی توجہ اور دوستوں، ہم جولیوں اور ماحول کا، انسان کی شخصیت کی کامیابی یا ناکامی میں بڑا دخل ہوتا ہے۔

۴۸۔ وہ والدین جو اپنے بچوں سے اچھے روابط رکھتے ہوں اور انہوں نے اپنے مہر و محبت کو بچے کے اچھے طرز عمل سے مشروط کر رکھا ہو تو ان کے بچے ایسے طرز عمل کا مظاہرہ کرتے ہیں جس سے ان کے تکامل کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کیونکہ یہ بچے سمجھتے ہیں کہ اگر انہوں نے غلط طرز عمل کا مظاہرہ کیا تو ان سے والدین کی محبت چھن جائے گی۔ اس لئے وہ بہت کم ہی غلط طرز عمل کا مظاہرہ کرتے ہیں کیونکہ وہ اپنے غلط طرز عمل کا رد عمل والدین کی محبت کے کم ہو جانے کو قرار دیتے ہیں۔

عادات کا حصول

۴۹۔ بچے چونکہ کردار و عمل کے لحاظ سے اپنی عادات اور رد عمل کو کئی سالوں میں اور زمانے کے گزرنے کے ساتھ ساتھ حاصل کرتے ہیں لہذا انہیں ایک ایسے دائمی اور پے درپے تربیت کی ضرورت ہے کہ جو انضباط اور اجتماعی طرز عمل پر مبنی ہو۔ اگر ایسے طرز عمل اور ایسے برتاؤ کی بنیاد نظم و ضبط و تربیت پر استوار نہ ہو تو تعلیم اور مطلوبہ عادات ان میں پیدا نہیں ہوں گی، کیونکہ بچے کا طرز عمل اردگرد کے لوگوں اور خاص کر ماں باپ سے متاثر ہوتا اور وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ اپنے اردگرد کی حقائق سے متاثر ہو کر مختلف مواقع پر وہ ایک عادت کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔

۵۰۔ سچائی اور اچھائی ان امور میں سے ہیں کہ جن کی طرف پرائمری اسکول میں داخلے کی عمر سے پہلے ہی توجہ دینی چاہئے۔ پرائمری اسکول میں ان کی تقویت ہونی چاہئے

اور اساتذہ و مربی حضرات کی اس امر کی طرف راہنمائی کرنی چاہئے اور ان کا رخ اس کی طرف پھیرنا چاہئے۔

۵۱۔ اپنے بچوں کی اچھی تربیت کرنے کے لئے پہلے اپنے اعمال و کردار پر گہری نظر رکھیں اور ان کا جائزہ لیں اس کے بعد بچوں پر مسلسل نظر رکھیں کیونکہ معاشرے میں تربیت، ہمیشہ مختلف طرح سے ہوتی ہے۔

محبت کا احساس

۵۲۔ اپنے بچوں کو ان مفید کاموں کی طرف رغبت دلائیں کہ جن کو وہ پسند کرتے ہیں کیونکہ کسی کام کے انجام دینے سے ان کے اندر جو خوشی اور جذبہ اور احساس تفاخر پیدا ہوتا ہے اس کی برابری کوئی خواہش نہیں کر سکتی۔

۵۳۔ اظہار محبت کے ساتھ ساتھ اپنے بچے کو اپنی اس محبت سے آگاہ بھی کریں اور زندگی کے مختلف مواقع پر ضروری وسائل اور اسباب فراہم کر کے اسے اپنے تجربات کو وسعت دینے میں مدد دیں۔ یہ امر مستقبل میں اس کی صلاحیتوں کے پھلنے پھولنے کا باعث بنے گا۔

۵۴۔ اپنے بچوں کی تربیت ان کی روحانی اور جسمانی گنجائش کے مطابق کریں اسے صحیح طرح سے اسلامی عقائد کے اصولوں سے آشنا کریں اس طرح کہ اس کے جسمانی رشد کے ساتھ ان اصولوں کے ساتھ اس کا تعلق بھی مستحکم ہو۔

۵۵۔ بچے کو مناسب غذا دینا، رزق حلال کھلانا، اس کے آرام کا خیال رکھنا، اسے مناسب جگہ مہیا کرنا اور اس کی روح کو مہر و محبت کے ذریعے پرسکون کرنا اس کی سلامتی اور مستقبل میں اس کے متعادل طرز عمل کے ضامن ہوں گے۔

۵۶۔ بچوں کے ساتھ مختلف کھیلوں میں حصہ لینا، انہیں گھر کے کاموں میں

شریک کرنا اور بزرگان دین کی زندگی سے متعلق انہیں اچھی کہانیاں سنانا، جبکہ ماحول بھی دوستانہ، پرسکون اور ایمان و امید سے معمور ہو تو اس سے بچوں کی صحت اور نفسیاتی سلامتی کے اسباب فراہم ہوں گے۔

۵۷۔ بچوں میں خود اعتمادی کی تقویت ایک ایسا محرک ہے کہ جو ان کو بہترین کام انجام دینے میں مدد دے سکتا ہے۔

۵۸۔ اگر بچہ خود اعتمادی سے محروم ہو جائے تو وہ خود کو غیر محفوظ محسوس کرتا ہے اس میں کسی کام کی انجام دہی کا شوق اور جذبہ نہیں رہتا۔ اگر یہی صورت حال جاری رہی تو بچہ ایک ناتواں اور بے فائدہ فرد کی صورت میں تبدیل ہو جائے گا۔

۵۹۔ بچے اور نوجوان کو ترغیب کے ذریعے اچھے کاموں (۱) اور مثبت اخلاقی نکات سختی (۲) نہ کرنے کے ذریعے ان کو کوشش اور جدوجہد

۶۳۔ والدین عملی طور پر نوجوانوں کو سکھلائیں کہ وہ نئے تجربات کی جستجو میں رہیں تاکہ عملی طور پر وہ ارفع مقاصد کی اہمیت کے قائل ہوں۔

۶۴۔ والدین اور مربی حضرات کو چاہئے کہ نوجوانوں کی مدد اور رہنمائی کریں تاکہ وہ اپنی خامیوں اور خوبیوں کو پہچان سکیں۔ اپنی خامیاں دور کر سکیں اور خوبیوں کو مزید مضبوط بنا سکیں۔

۶۵۔ ممکنہ حد تک نوجوانوں کو اس بات کی اجازت اور ترغیب دیں کہ وہ اپنے چھوٹے کام خود انجام دیں۔ جیسے کپڑے اور جوتے پہننا، اپنا بستہ تیار کرنا اور اسکول جانے کے لئے تیاری کرنا وغیرہ۔ کیونکہ اس پروگرام کو عملی شکل دینے سے ان میں خود اعتمادی کی بنیادیں مستحکم ہوں گی۔

۶۶۔ والدین اور مربی حضرات کے لئے یہ ہرگز درست نہیں ہے کہ وہ کوئی غلط الزام لگا کر نوجوانوں کو صدمہ پہنچائیں یا ایسی بات کہیں کہ جو ان کی رنجش کا باعث بنے۔ بچے، پاگل، کاہل اور سست وغیرہ جیسے القاب کے مقابلے میں بہت ہی حساس ہیں اور اگر ان کو ان القاب کے ساتھ پکارا جائے تو آہستہ آہستہ ان کو یہ یقین ہو جائے گا کہ واقعی طور پر ان میں یہ صفات پائی جاتی ہیں۔

۶۷۔ والدین اور مربی حضرات کی ذمہ داری ہے کہ طفولیت کے دوارن سے اور زندگی کے گونا گوں مواقع پر بچوں کو اصولوں اور اصولوں کی منافی چیزوں کی تعلیم دیں اور ان کے کاموں میں انہیں اس نکتے کی طرف متوجہ رکھیں۔

۶۸۔ والدین کہ جو اپنے بچوں کے مستقبل کے لئے وسائل و اسباب فراہم کرنے کے لئے کوشاں ہیں، کو معلوم ہونا چاہئے کہ وہ بچوں کے لئے ادب و تربیت سے بالاتر کوئی ارث اور ترکہ چھوڑ کر نہیں جائیں گے۔ (۱)

۱۔ قال علیؑ: "لا میراث کالادب" (ادب جیسا ترکہ کوئی نہیں)۔

۶۹۔ وہ والدین اور مربی حضرات جو دوسروں کے سامنے، نوجوانوں کو رائے اور جذبات کے اظہار کا موقع نہیں دیتے اور زیادہ تر ان کی توقع ہوتی ہے کہ بچے کلاس یا گھر میں خاموش رہیں اور ان کے احکام بے چون و چرا مانتے جائیں وہ اپنے نونہالوں سے یہ توقع کیسے رکھ سکتے ہیں کہ وہ مستقبل میں اس حصار کو توڑ کر اپنے یا دوسروں کے حق کا منطقی طور پر مطالبہ کریں گے؟

۷۰۔ ہم آہنگ روش اور برتاؤ پیش کرنے کے سلسلے میں گھر میں ماں باپ کے درمیان اور اسکول میں اساتذہ اور مربی حضرات کے درمیان مستحکم تعلق کا قائم ہونا نوجوانوں کی شخصیت کی تعمیر میں تربیت کے بنیادی ترین امور میں سے شمار ہوتا ہے۔

۷۱۔ نوجوانوں سے رابطہ برقرار کرنے کے لئے وقت صرف کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ والدین اور مربی حضرات کو چاہئے کہ اپنے مفید اوقات میں سے کچھ حصہ اس کام کے لئے مخصوص کریں۔

۷۲۔ نوجوانوں کی قوت تشخیص میں اضافے کے لئے والدین اور مربی حضرات کو چاہئے کہ اس طرح سے ان کا احترام کریں کہ وہ یہ باور کر لیں کہ ان کی بھی کوئی حیثیت ہے، وہ بھی سوچ سکتے ہیں، استدلال کر سکتے ہیں اور اپنے نظریات دوسروں کے سامنے بیان کر سکتے ہیں۔

۷۳۔ والدین اور مربی حضرات کی ذمہ داری ہے کہ نوجوانوں کو اپنے اردگرد کے واقعات سے باخبر رکھیں انہیں بتائیں کہ آس پاس کون سے واقعات رونما ہونے والے ہیں۔

۷۴۔ صحیح عقائد پر استوار رہنے کی تاکید کرنا اور نوجوانوں کو سونپی گئی ذمہ داریوں کے متعلق دائمی نظارت زندگی میں ان کی نظریاتی استواری اور ثابت قدمی کا باعث بنے گی۔

۷۵۔ والدین اور مربی حضرات پر جوانوں کا اعتماد قائم کرنے کے طریقوں میں سے ایک ان کا اپنی بات کا پابند رہنا اور وعدہ وفا کرنا ہے۔ جب کوئی وعدہ کیا جاتا ہے تو ہر صورت میں اس پر عمل ہونا چاہئے۔ ”اچھا دیکھئے اب کیا ہوتا ہے“ جیسی عبارتوں کے ذریعے ہرگز ٹال مٹول نہ کریں۔

۷۶۔ جب آپ نوجوانوں کو کوئی حکم دیں تو کوشش کریں کہ ممکنہ حد تک اس کام کے انجام دینے کا ماحول فراہم کریں اور یہ کام ان کی طاقت اور توانائی کی حد تک ہو۔

۷۷۔ نوجوانوں سے والدین اور مربی حضرات کی توقعات واضح، صریح اور دو ٹوک ہونی چاہئیں یہاں تک کہ ان کے انجام کی جزئیات بھی ان کیلئے بالکل واضح ہونی چاہئیں۔

۷۸۔ تعلیم و تربیت کے اہم عوامل میں سے ایک نوجوانوں کے ساتھ نرمی اور ملائمت کے ساتھ مناسب رابطہ قائم کرنا ہے۔ جہاں تک ممکن ہو ان پر سختی نہ کی جائے وگرنہ غیر حقیقی طرز عمل نیز والدین اور اساتذہ کے درمیان ایک قسم کی دوری کی بنا پر نوجوان بہت سے معاشرتی مسائل کا شکار ہو جائیں گے۔

۷۹۔ نوجوان اس وقت دوسروں سے تعلقات بڑھانے کی طرف مائل ہوتے ہیں جب ان کو گھر اور گھرانے میں اہمیت نہ دی جائے اور ان کے جذبات اور افکار کو سمجھنے کی کوشش نہ کی جائے۔

۸۰۔ ماں اور باپ جب کسی کام میں مشغول ہوں تو انہیں اپنے بچے کے ساتھ بے توجہی اور بے اعتنائی سے بات نہیں کرنی چاہئے۔ اگرچہ والدین اکثر اوقات اپنے کاموں اور مسائل میں الجھے ہوئے ہوتے ہیں لیکن ہر کام سے اہم، بچوں کی دلجوئی کے لئے وقت مختص کرنا ہے۔ بچوں کے لئے وقت صرف کرنا ان کے ان مسلم حقوق میں سے ہے جو والدین کے ذمے ہیں۔

۸۱۔ افسوس کی بات ہے کہ ناآگاہ والدین اپنا اکثر وقت اپنے ذاتی کاموں اور اپنی لمبی آرزوؤں کو انجام دینے میں صرف کرتے ہیں۔ وہ اپنے بچوں کے ساتھ وقت گزرانے کو بے فائدہ، عبث اور کبھی کبھار وقت ضائع کرنے کے مترادف سمجھتے ہیں۔ لیکن وہ اس بات سے غافل ہیں کہ بچوں کا ان پر ایک شرعی اور اجتماعی فریضہ اور حق (۱) ہے۔

۱۔ رسالہ حقوق امام سجاد (ع): والدین پر اولاد کا حق - اس سلسلے کی تیسری کتاب (والدین اور اساتذہ کے جاننے کی باتیں، آخری حصہ) کی طرف رجوع کریں۔

اور وہ اس بارے میں کوتاہی کر کے اپنے ہاتھوں سے اپنے بچوں کی گمراہی کا سامان فراہم کر رہے ہیں۔

۸۲۔ ماں باپ اپنے اوقات کی تقسیم میں صحیح پروگرام مرتب کر لیں تو اپنے بچوں کے ساتھ ان کا تعلق ان کے دوسرے پروگراموں کو کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔

۸۳۔ والدین اور مربی حضرات کو معلوم ہونا چاہئے کہ ان کے بچوں کو اس بات کی ضرورت ہے کہ ان کی باتوں کو سنا جائے۔ اس کام کو انجام دینا اتنی اہمیت کا حامل ہے کہ کسی بھی چیز کے ساتھ اس کا موازنہ نہیں کیا جا سکتا ہے۔ نفسیاتی نقطہ نظر سے بچوں سے بات کرنے کے لئے مناسب ترین وقت وہ ہے کہ جب وہ بستر میں جا چکے ہوں اور سونا چاہتے ہوں۔ دلچسپ کہانیاں سنا کر ان کے ذہن میں عظیم اقدار کو منقش کیا جا سکتا ہے۔ البتہ دوپہر اور شام کے کھانے کے بعد کا وقت بھی اس کام کے لئے مناسب ہے۔

۸۴۔ وہ بچے جن کی طرف والدین توجہ نہیں دیتے وہ سب آسائشوں اور مختلف تفریحات کے باوجود تنہائی محسوس کرتے ہیں۔ اگر یہ حالت جاری رہی تو اس کے نا خوشگوار نتائج نکلیں گے خاص کر جب وہ بڑے ہو جائیں اور ان کے ادراک اور شعور میں اضافہ ہو جائے تو وہ والدین کو اپنا محرم راز نہیں سمجھیں گے۔ نتیجتاً یہ جدائی اور تنہائی ان میں نفسیاتی طور پر نا امنی کے احساس کا باعث بنے گی اس صورت حال میں ان سے درخشاں اور روشن مستقبل کی کوئی توقع نہیں کی جا سکتی ہیں۔

۸۵۔ اولاد سے محبت آمیز رابطہ نہ رکھنے اور ان پر توجہ نہ دینے کے دیگر برے نتائج میں سے ایک اولاد کی استعداد کا ختم ہو جانا ہے کیونکہ والدین اور اولاد کے درمیان اس قسم کے کمزور رابطے کی وجہ سے والدین اپنی اولاد کی رہنمائی ان کی صلاحیت کے مطابق اور ان کے پسندیدہ میدانوں میں نہیں کر سکیں گے۔

۸۶۔ وہ والدین جن کا اپنی اولاد کے ساتھ قریبی اور محبت آمیز رابطہ ہے، وہ نہ فقط ان کی روحانی اور نفسیاتی مشکلات سے باخبر ہونے کی صلاحیت رکھتے ہیں بلکہ یہ بات اس چیز

کا سبب بنے گی کہ وہ اپنی اولاد کی استعداد کے بارے میں بھی مطلع ہوں اور ان کی ضروری رہنمائی کے ساتھ ان کی صلاحیتوں کو پروان چڑھانے کا باعث بنیں۔

۸۷۔ نوجوانوں کی استعداد اور تخلیقی صلاحیتوں کے پھلنے پھولنے کی بہترین راہ یہ ہے کہ والدین اور مربی حضرات کو غور اور خیال کرنا چاہئے کہ بچہ کون سے کام زیادہ شوق سے انجام دیتا ہے اور کون سے میدانوں میں اس کا کام زیادہ مفید اور سود بخش ہے۔ اس طرح ان کی صحیح رہنمائی کی جا سکتی ہے۔

۸۸۔ نوجوانوں اور نونہالوں کی استعداد کو اجاگر کرنے کی ایک اور راہ یہ ہے کہ والدین اور مربی حضرات ان کی سرگرمیوں کی طرف توجہ دیں کیونکہ بچے اور نوجوان لاشعوری طور پر کسی اضطراب کے بغیر کھیل اور اپنی پسند کی دوسری سرگرمیوں کے وقت، اپنی مخفی صلاحیتوں کو آشکار کرتے ہیں۔

۸۹۔ بچوں اور جوانوں کی مختلف سرگرمیوں کے وقت اس بات کی طرف توجہ رکھنی چاہئے کہ ان میں سے بعض بچوں کو ڈرائنگ اور خطاطی پسند ہوتی ہے اور بعض بچے خوبصورت آواز کے ساتھ قرآن پڑھنے پر مائل ہوتے ہیں۔ یہاں پر والدین ان کو سمت دینے اور ان کی حوصلہ افزائی میں نہایت موثر اور عمدہ کردار ادا کر سکتے ہیں۔ البتہ ان کو سطحی برتاؤ نہیں کرنا چاہئے یا یہ کہ عجلت میں کوئی فیصلہ کر بیٹھیں بلکہ مڈل اسکول کے اساتذہ اور مشیروں کی مدد سے نیز مڈل اسکول کے دور میں دائمی طور پر اس کی نگرانی سے اس بات کا ادراک کر سکتے ہیں۔ علاوہ برایں یہ صلاحیتیں اس وقت پروان چڑھیں گی جب افراد کی رہنمائی ان کی اطمینان بخش صلاحیتوں کی طرف کی جائے۔ والدین اس وقت اس بارے میں مدد کر سکتے ہیں کہ جب وہ اپنی اولاد کو سمجھنے سے عاجز نہ ہوں۔

اخلاقی اور تربیتی مسائل

۹۰۔ بعض اوقات ماں باپ بے جا دباؤ اور سختیوں کے ذریعے اس بات کی اجازت نہیں دیتے کہ ان کی اولاد زندگی کے حقائق کا سامنا کرتے وقت اپنی محرومیوں اور مشکلات کا احساس کریں، اپنی صلاحیتوں اور استعداد کا تجزیہ کریں اور ان سے معمول کے مطابق کام لیں۔ اس قسم کا برتاؤ بچوں کے اجتماعی رشد و بلوغ کو موخر کر دیتا ہے اور ان کو اپنے امور کے چلانے میں ناتواں اور بے کار بنا دیتا ہے۔

۹۱۔ والدین کو چاہئے کہ خود مسائل کے تجزیہ و تحلیل کی قوت سے بہرہ مند ہوں اور اپنی اولاد کو بھی اس کی تعلیم دیں تاکہ وہ بھی تجزیہ و تحلیل کے ذریعے مسائل کا منطقی اور عملی طریقے سے سامنا کریں۔ اس طرح والدین کو چاہئے کہ وہ اپنی اولاد کی پسندیدہ اور مرغوب چیزوں کے مرکزی نقطے کے بارے میں مطلع رہیں اور ان کی خواہش کے مطابق حالات پیدا کر کے مطالب کو سادہ زبان میں ان کے سامنے پیش کریں۔

۹۲۔ اس بات کی طرف توجہ رکھنی چاہئے کہ سب انسان ایک دوسرے سے متفاوت ہیں ہر فرد زندگی کے حالات، رہائشی ماحول، ذاتی صلاحیتوں اور ذہانت کے مطابق، کسی خاص موضوع کے بارے میں پڑھنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ والدین کو یہ بات مد نظر رکھنی چاہئے۔ انہیں صرف اپنی خواہشات اور توقعات کے مطابق عمل نہیں کرنا چاہئے تاکہ وہ اپنی نفسیاتی محرومیوں کو اپنی اولاد کے ذریعے پورا کرنے کی کوشش کریں۔

۹۳۔ درسی امور اور گھر یا اسکول میں اولاد کے کسی کام کے بارے میں انکی کوششوں کو سراہنا، ان میں خود اعتمادی کے تکامل کے اہم ترین عناصر میں سے شمار ہوتا ہے۔ درحقیقت کسی شخص کی خاص چیزوں کے بارے میں جدوجہد اور کوشش کی تعریف کرنا اسکی مناسب اور پسندیدہ چیز کے بارے میں راہنمائی کے اہم ترین عناصر میں سے ہے۔

۹۴۔ بچوں اور نوجوانوں کی عمر اور مخصوص صلاحیت و قابلیت کو نظر انداز کرنے، اوراس قرآنی پیغام "لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا" (سورہ بقرہ، آیت ۲۸۶) کو مد نظر نہ رکھنے اور ان کے ساتھ گھر اور اسکول میں والدین اور اساتذہ کے نا مناسب برتاؤ کے نا خوشگوار نتائج مرتب ہوں گے۔ اس طرح کا برتاؤ تعلیم کے بارے میں ان کا دل اچاٹ کر دے گا اور مستقبل میں ان کے ناکام ہونے کا باعث بنے گا۔

۹۵۔ تعلیم و تربیت اور انسانوں سے میل جول میں محبت، نرمی، شفقت نیز منطقی اور سنجیدہ رد عمل کے ساتھ دوستی، ثمر بخش ہے نہ کہ سختی اور خشونت آمیز برتاؤ۔

۹۶۔ والدین اور مربی حضرات کو معلوم ہونا چاہئے کہ بچے معصوم ہیں اور کچھ عرصے کے لئے ہمارے پاس ایک امانت ہیں۔ اسی طرح وہ ہماری آزمائش کا ذریعہ ہیں، ان کے کچھ حقوق ہیں جن کا خیال کرنا چاہئے۔ سختی کے ساتھ پیش آکر ان کے اندر موجود حقیقت کے متلاشی اور نازک روح کو کچلنے کی کوشش نہ کریں۔

۹۷۔ والدین جہاں تک ممکن ہو خود کو اپنے بچوں کے سوالات کے لئے آمادہ رکھیں اور مناسب جواب دے کر ان کی متلاشی روح کو مطمئن کریں۔

۹۸۔ اگر چھوٹا بچہ یا بچی، حاملہ ہونے یا بچے کی پیدائش کے بارے میں ماں باپ سے سوال کرے تو ماں کو اس تغییر کے بارے میں جو اس کے جسم میں پیدا ہوئی ہے اور جس نے بچے کی تحقیقی حس کو پیدا کیا ہے، مناسب جواب دینا چاہئے اس طرح کہ سچ بھی ہو اور اس کی متلاشی روح کو کچلا بھی نہ جائے۔

لیکن اگر ماں باپ نے کسی طرح اس کا جواب نہ دیا تو بچہ اپنے اندر پائی جانے والی حس جستجو کی وجہ سے ہر دوسرے ممکن طریقے سے اپنا جواب تلاش کر لے گا اگرچہ وہ برے اور غلط لوگوں کے ذریعے ہی کیوں نہ ہو اور یہ غلط راستے پر چلنے کا مقدمہ بن جائے گا۔

۹۹۔ اپنے بچوں سے موسمی اور وقتی طریقے سے پیش نہیں آنا چاہئے اور ایسا نہ ہو

کہ کبھی کبھار ان سے پیار و محبت کریں۔ مہر و محبت ہر حالت میں بچے کی نفسیاتی ضرورت ہے یہاں تک کہ جب وہ کوئی غلط کام بھی انجام دیں لیکن یہ بات معلوم ہونی چاہئے کہ ہمارا اس سے ناراض ہونا اس سے محبت کی وجہ سے ہے۔ ہمیں خداوند مہربان سے سیکھنا چاہئے کہ وہ کس طرح ہر حالت میں سب انسانوں سے مہر و محبت کرتا ہے اگرچہ وہ گنہگار ہو۔

۱۰۰۔ بچے کو اس بات کا احساس ہونے نہیں دینا چاہئے کہ آپ کی اس سے محبت ناپائیدار اور وقتی ہے اور مشکل کے وقت یا اجتماعی ملاقات، محفلوں اور دعوتوں وغیرہ کے وقت آپ اس کی طرف کوئی توجہ نہیں دیتے ہیں یا فقط اس کے درس پڑھنے کے وقت اس پر توجہ دیتے ہیں۔ سب حالات میں اپنے بچوں سے مہر و محبت اور دلی عطوفت سے پیش آئیں تاکہ آپ کا ان سے تعلق مستحکم تر ہو۔ اور راہنمائی اور نصیحت کے سلسلے میں وہ آپ کے نقطہ نظر کو زیادہ اہمیت دیں۔

۱۰۱۔ مہر و محبت کے اظہار میں فقط تشویق اور ترغیب پر مشتمل الفاظ پر ہی اکتفا نہیں کرنا چاہئے بلکہ والدین کے اعمال اور ان کی کارکردگی سے مہر و محبت کا اظہار ہونا چاہئے۔ اس طرح عمل کریں کہ بچے یہ احساس کریں کہ ہمارے نزدیک ان کی اہمیت ہے۔ اگر آپ پوری توجہ سے ان کی بات سنیں تو وہ بھی یہ بات سیکھ لیں گے کہ دوسروں سے بات کرتے وقت، ان کی بات توجہ اور غور سے سننی چاہئے۔ ان سے برتاؤ میں ہمیشہ منفی پہلو سے پیش نہ آئیں۔ ان کی بات کاٹ نہ دیں اور انہیں ڈانٹ نہ دیں بلکہ بہتر ہے کہ اچھے اور محبت آمیز سلوک کے ذریعے ان میں امن و سکون کا احساس پیدا کریں اور ہمدردی کے ساتھ ان کے کاموں کو مثبت رخ دیں اور ان کی تصحیح کریں۔

۱۰۲۔ اگر بچوں سے کسی وقت غلطی ہو جائے (مثال کے طور پر غلط زبان استعمال کریں اور گالیاں دیں تو ایک بار ان کو یاد دہانی کرائیں اور پھر ان کی طرف توجہ نہ دیں۔ آپ کا ان کی طرف توجہ نہ دینا ہی اس عادت کے ترک ہو جانے کا سبب بنے گا۔

بچوں اور نوجوانوں کی بعض عادتوں کے مقابلے میں خاموشی کبھی کبھار ہزاروں نصیحتوں کے برابر اثر رکھتی ہے۔ یہ بات معلمین اور مربی حضرات کو مد نظر رکھنی چاہئے، خاص کر کلاس میں بعض اوقات بچوں کی بے جا اور نا مناسب حرکات، استاد کے سکوت سے ختم ہو جاتی ہیں اور پھر ان کا تکرار نہیں ہوتا۔

۱۰۳۔ بعض اوقات بچہ اپنے والدین کے طرز عمل کی وجہ سے منفی رد عمل دکھاتے ہوئے درس نہیں پڑھتا اور گھر میں ہوم ورک انجام نہیں دیتا کیونکہ والدین کی بے حد سختی اور بچوں سے مشفقانہ تعلق قائم نہ ہونے کی وجہ سے بچے والدین کی سختیوں کے مقابلے میں اپنا رد عمل دکھاتے ہیں۔

۱۰۴۔ یہ بات تجربے سے ثابت ہوئی ہے کہ اسکول میں بچوں کے درس نہ پڑھنے اور تعلیمی سلسلے میں ان کی پسماندگی کے اصلی اسباب میں سے ایک گھر میں ماں باپ کے درمیان پایا جانے والا نا مناسب رابطہ ہے۔

۱۰۵۔ جب آپ بچوں کو کسی چیز سے روکنا چاہتے ہیں تو فقط منفی جواب نہ دیں بلکہ سکون کے ساتھ اور منطقی طریقے سے، ایک چھوٹے اور واضح سے جملے میں روکنے کی وجہ بیان کریں۔

۱۰۶۔ بچوں کے کاموں اور رد عمل کے بارے میں والدین کا صبر و تحمل (۱) اور تدبیر سے کام لینا ان کی رہنمائی اور ہدایت کے لئے نہایت موثر ہے اور ان کی تعلیمی پیش رفت کے لئے نہایت اہم ہے۔

۱۰۷۔ ماں اور باپ کو چاہئے کہ عاقلانہ انداز میں بچوں کے درمیان حسد پیدا نہ ہونے دیں مثال کے طور پر گھر میں آتے ہی اپنے چھوٹے سے بچے کی شیریں زبانی پر توجہ نہ دیں بلکہ پہلے بڑے بچے کے پاس جا کر احوال پرسی کریں اور پھر چھوٹے بچے کی

۱۔ "الحلم زین الخلق"، صبر و تحمل اخلاق کا زیور ہے۔ (نہج البلاغہ)

طرف توجہ دیں۔ (۱)

۱۰۸۔ والدین اور مربی حضرات کو جاننا چاہئے کہ تعلیم و تربیت کا کام نہایت دشوار اور طولانی ہے جو جہد مسلسل، خاص مہارت، دقت، ظرافت، صبر اور کافی حوصلے کا طالب ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ بچوں اور نونہالوں سے برتاؤ کی روش محبت آمیز اور سنجیدہ ہونی چاہئے۔

ماں باپ یا گھر اور اسکول کے درمیان چھوٹا سا اختلاف اور روابط میں ہم آہنگی کا فقدان بچے کی اخلاقی بنیاد کی تباہی کا باعث بنے گا۔ بچے کی شخصیت پر اس کے برے اثرات مرتب ہوں گے۔ بچے کی موجودگی میں ماں باپ کے درمیان شدید لفظی کشمکش نہیں ہونی چاہئے۔

۱۰۹۔ وہ بچے جو اعتماد اور ہم آہنگی کے ساتھ اور ماں باپ کے درمیان موجود باہمی احترام اور محبت آمیز ماحول میں پلے بڑھے ہوں، وہ پرائمری اسکول میں داخل ہوتے وقت اور اسی طرح پرائمری اسکول میں پڑھائی کے دوران، مطیع اور معقول بچے ہوں گے۔ یہ بچے کسی نفسیاتی پریشانی کے بغیر اپنا تعلیمی دور بڑی کامیابی سے گزاریں گے۔

۱۱۰۔ جس طرح زندہ موجودات کو اپنے رشد اور پھلنے پھولنے کے لئے ضروریات زندگی کے علاوہ توجہ اور دیکھ بھال کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح بچوں کو بھی بہت محبت کی ضرورت ہوتی ہے مہر و محبت کی بھوک غذا کی بھوک سے زیادہ دشوار اور بدتر ہوتی ہے۔

۱۱۱۔ بچوں کے سب سے پہلے مربی والدین ہیں، اسی لئے بچوں کی شخصیت کی تعمیر میں ان کا کردار اہم اور حساس ہوتا ہے۔

۱۔ قال علیؑ: الانصاف یستدیم المحبۃ، انصاف محبت کے دوام کا سبب ہے۔
(غرر الحکم)

۱۱۲۔ ہم اچھی طرح غور کریں تو معلوم ہوگا کہ بچہ ان لوگوں کی طرف زیادہ مائل ہوتا اور ان سے محبت رکھتا ہے جو اس کے ساتھ انصاف، مہر و محبت اور سخاوت سے پیش آئیں اور اس کے مطالبات کو بڑے صبر و حوصلے سے سنیں۔ یہ قطعی بات ہے کہ والدین اور بچوں کے درمیان تعلقات کی نوعیت کا تعاون کے جذبے کو پروان چڑھانے، دوستی، فرمان برداری، لچک آمیز رویہ پیدا کرنے اور کام اور درس و تعلیم میں دلچسپی لینے پر بلا واسطہ اثر ہوتا ہے۔

۱۱۳۔ والدین کو بچے نوجوان اور جوان کے نفسیاتی تکامل سے متعلق اہم ترین مسائل کے بارے میں اس کی عمر کے مختلف مراحل میں کافی آشنائی ہونی چاہئے۔

بچہ اسکول میں داخل ہونے سے قبل مختلف مراحل طے کرتا ہے جن میں سے ہر ایک خاص اہمیت کا حامل ہے۔ یہ مراحل مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ دوسرے کی تقلید کا رجحان اور اس امر کی طرف رغبت.

۲۔ بے ارادہ ہونا.

۳۔ برتری.

۴۔ بے تجربگی.

۵۔ خود مختار اور مستقل ہونے کی کوشش.

۶۔ زندگی کے حقائق کشف کرنے کے لئے جستجو.

۱۱۴۔ اساتذہ اور مربی حضرات کو اس بات کی طرف توجہ رکھنی چاہئے کہ تھوڑے سے وقت میں بہت سے مطالب بچوں کے سامنے پیش نہ کریں کیونکہ وہ بہت تھک جاتے ہیں اور غصے میں آ جاتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں وہ کلاس اور درس کی طرف توجہ بھی نہیں کرتے۔ ممکنہ حد تک مطالب کو بالواسطہ طور پر اور بچے کے فہم و شعور اور نفسیاتی آمادگی کو مد نظر رکھ کر بیان کریں۔ یہ مطالب مختلف طریقوں سے مثلاً کھیل اور ڈراموں کے ذریعے بھی پیش کیے جا سکتے ہیں۔ نئے سیکھنے اور پڑھنے والے بچے کے فہم،

درک اور استدلال کی قوت پر توجہ دینی چاہئے نہ کہ اس کے حافظے پر بے شمار معلومات کا بوجھ ڈالنے پر۔

کھیل، تفریح اور عملی سیر و سیاحت کے دوران، زندگی کے مختلف مسائل کی تشریح بچوں کے سامنے حقیقی اور محسوس صورت میں پیش کریں۔

۱۱۵۔ پرائمری اسکول کے دوران بچے میں گھریلو کام کرنے جیسے اپنے ذاتی تعلیمی وسائل (کاپی، قلم اور کتاب وغیرہ) اور کھلونے سمیٹنے اور دسترخوان وغیرہ لگانے میں مدد اور تعاون کی آمادگی پائی جاتی ہے اور اگر والدین کی طرف سے احترام اور حوصلہ افزائی کے ساتھ بعض کام اس کے سپرد کیے جائیں تو وہ ان کاموں کو بہت دلچسپی اور احسن طریقے سے انجام دے گا۔

۱۱۶۔ دوسرے سات سالوں میں بچے پرائمری اسکول میں داخل ہوتے ہیں۔ یہ آداب اور اخلاق کی تعلیم کے لئے بہترین موقع ہے اور یہ کام والدین کے مسلسل تعاون اور اسکول کی دائمی نظارت سے مستحکم ہوگا۔

۱۱۷۔ اسکول کی طرف سے جو تربیتی فارم اسلامی آداب و اخلاق کی تقویت کے لئے ہوتے ہیں والدین اچھے طریقے سے بچوں کے سامنے ان کی تشریح کریں، یہ انہیں آداب سکھانے اور ان میں اچھے اخلاقی خصائل پیدا کرنے کے لئے عملی نمونہ بن سکتے ہیں۔ متعلقہ فارم کو بر وقت پر کر کے وہ اپنے بچوں کی اخلاقی اور تربیتی نشو و نما کے لئے اسکول کے معاون ثابت ہو سکتے ہیں۔

۱۱۸۔ والدین اور مربی حضرات کو معلوم ہونا چاہئے کہ تعلیم و تربیت ایک تدریجی عمل ہے اس کے لئے صبر، حوصلے، ارادے اور خود سازی کی ضرورت ہے۔ انہیں فقط بچوں کی انفرادی خصوصیات ہی سے آگاہ نہیں ہونا چاہئے بلکہ کوشش کریں کہ ان کے غلط کاموں کی وجوہات سمجھ سکیں تاکہ اس قسم کے نا مناسب رد عمل کو روکنے کے لئے مناسب راہ حل تلاش کریں۔

۱۱۹۔ بچوں کی نفسیاتی کیفیت کا ادراک کر کے اور ان کے طرز عمل کے محرکات سے آشنا ہو کر ان کے بارے میں مناسب تربیتی راستہ اور صحیح طرز عمل اختیار کیا جا سکتا ہے۔

۱۲۰۔ اسلامی ثقافت میں بچپن سے لے کر بعد تک کے مرحلے کے لئے ایک نہایت اہم ترین اصول مد نظر ہے، وہ ہے بچوں کی شخصیت کا خیال رکھنا اور ان کی عزت نفس کی طرف توجہ۔ والدین اور مربی حضرات کو بچوں سے اچھے انداز میں اور ان کی شخصیت پر اعتماد و احترام کے ساتھ مناسب طرز عمل اپنانا چاہئے۔ والدین اور مربی حضرات کو ہمیشہ اپنا کردار نمونہ عمل کے عنوان سے مد نظر رکھنا چاہئے۔

۱۲۱۔ والدین اور اساتذہ کے بچوں کے ساتھ طرز عمل میں ہمیشہ ان دو اہم اصولوں کو مد نظر رکھنا ضروری ہے۔

۱۔ بچوں کی عمر اور ان کے رشد کے مراحل کو مد نظر رکھنا چاہئے۔

۲۔ بچے کے درک و فہم کی طاقت اور اس کی توانائیوں کو مد نظر رکھنا چاہئے۔

۱۲۲۔ بچوں کے لئے مناسب وسائل اور ماحول فراہم ہونا چاہئے تاکہ وہ اپنی فعال توانائی کو کھیلوں اور متحرک سرگرمیوں میں خرچ کریں کیونکہ بچے فعالیت اور تحرک کے بغیر ملول اور خستہ و پریشان ہو جاتے ہیں جس کے نتیجے میں انہیں غصہ زیادہ آتا ہے۔ دوسروں سے میل جول کے دوران وہ اپنے اعصاب پر کنٹرول نہیں رکھ سکتے۔ لہذا والدین کو چاہئے کہ ممکنہ حد تک بچے کو لمبے سفر کے دوران گاڑی میں محبوس نہ کریں یا بڑوں کی محفلوں میں انہیں ایک محدود اور بند ماحول میں یا ایک خاص حالت میں زیادہ دیر تک نہ رکھیں۔ کیونکہ یہ کام بچوں کو نفسیاتی طور پر تھکانے اور کام یا ماحول سے ان کا دل اچاٹ کرنے کا باعث بنتا ہے۔

۱۲۳۔ اچھا ہونے کی جدوجہد، نوجوانوں کی فطری خصوصیت ہے، وہ ہمیشہ خیال کرتے ہیں کہ اچھے ہیں۔ والدین ہمیشہ ان میں یہ احساس مضبوط کریں۔ والدین اور

مربی حضرات کی حوصلہ افزائی اور تقویت، نوجوانوں میں خود اعتمادی کی تقویت کا موجب بنتی ہے اور ان کے طرز عمل کے بہتر ہونے میں زبردست معاون ثابت ہوتی ہے۔

جب نوجوان کوئی اچھا کام (جیسے دوسروں کی مدد) انجام دیتا ہے یا کوئی چیز اپنے دوست کو دیتا ہے تو اس کے اس طرز عمل کی تعریف کرنی چاہئے اور اس کی حوصلہ افزائی ہونی چاہئے۔ یہ کام اس کے ذہن میں ایک مثبت عادت کے طور پر اہم کردار ادا کرے گا۔

۱۲۴۔ نوجوانوں کی ہٹ دھرمی اکثر اوقات اس وقت شروع ہوتی ہے جب ان میں یہ احساس شدید ہو جاتا ہے کہ والدین ان سے محبت نہیں کرتے، اور ان پر بے جا سختی کرتے ہیں۔ ان حالات میں والدین کے نامناسب طرز عمل کے سامنے ہٹ دھرمی ایک دفاعی رد عمل کے طور پر سامنے آتا ہے۔

۱۲۵۔ والدین اور مربی حضرات کو چاہئے کہ ہمیشہ بچوں کے غیر مناسب، غیر متعادل اور ناسازگار طرز عمل کے بنیادی علل و اسباب ڈھونڈ کر ان کا تجزیہ اور تحلیل کریں تاکہ بچوں کے ساتھ طرز عمل میں صحیح راہ و روش کا تعین کر سکیں کیونکہ کوئی عمل یا رد عمل کسی وجہ کے بغیر انجام نہیں پاتا۔

۱۲۶۔ (اسکول کے) ابتدائی دور میں تعلیم و تربیت کے مسائل کے اہم مقاصد کو مندرجہ ذیل دو اصولوں میں بیان کیا جا سکتا ہے:

۱۔ اچھی اور مطلوب عادات کا سکھانا اور ان کی جڑیں مضبوط کرنا۔

۲۔ اسکول کے ہم عمر بچوں کی غلط اور غیر پسندیدہ عادات کو بچے میں سرایت کرنے سے روکنا۔

اس بارے میں والدین اسکول کے تربیتی شعبہ کے تعاون سے نوجوانوں کی شخصیت میں اچھی عادات پیدا کرنے میں کافی مدد کر سکتے ہیں۔

۱۲۷۔ والدین اور مربی حضرات کے عمل اور رفتار کے ذریعے بچے آداب سیکھتے ہیں اور تربیت پاتے ہیں۔ یہ گھر اور اسکول کے اقدار اور اصولوں کے درمیان ہم آہنگی

کے تابع ہوتے ہیں۔ ان دو مراکز (گھر اور اسکول) کے درمیان ہم آہنگی کے لئے مسلسل کوششوں کے ذریعے سے افراد کے اندر ادب اور نظم و انضباط پیدا کیا جا سکتا ہے اور یہی مستقبل میں ان کے رفتار و کردار کی بنیاد کو تشکیل دیتا ہے۔

۱۲۸۔ بہت سی بری خصلتیں اور عادات بچپنے کے دوران تربیت پر توجہ نہ دینے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں مثال کے طور پر جھوٹ بولنے کی عادت کی بنیاد بچپن کے دوران عجز و ناتوانی اور خود اعتمادی کی کمی کی وجہ سے پڑتی ہے۔

۱۲۹۔ بچے عام طور پر اپنی جذباتی اور نفسیاتی محرومیوں کو مختلف انداز میں ظاہر کرتے ہیں مثلاً ہٹ دھرمی، دوسروں کو مارنا غصہ کرنا اور بہانہ بنانا وغیرہ۔ جب تک بچے کے ساتھ تفاہم نہ ہو اس وقت تک اس پر اثر انداز ہونا ناممکن ہے۔ ہمیشہ اسباب اور وجوہات کو ڈھونڈنا چاہئے۔ فقط بچوں کی نفسیات کے ساتھ ظاہری اور سطحی طریقے سے پیش نہیں آنا چاہئے بلکہ اس نکتے کی طرف توجہ کرنی چاہئے کہ بچوں کے کردار و عمل کی وجہ ان کے اندرونی مسائل اور زندگی کے ابتدائی حساس سات سال ہیں۔

۱۳۰۔ عام طور پر جب تک بچوں کے لئے ایک کام کی برائی واضح اور عیاں نہ ہو وہ اس کام سے دستبردار نہیں ہوتے اور یہ شناخت فقط والدین اور مربی حضرات کی گفتار اور وضاحت سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ جب انہیں عملی طور پر ایسی صورت حال کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور وہ خود اس کے برے نتائج تک پہنچ جاتے ہیں تو انہیں یقین حاصل ہو جاتا ہے۔ لہذا جب تک کسی چیز کے مفاسد اور نقصانات کا پتہ نہ ہو اس وقت تک اسے چھوڑنا مشکل ہوتا ہے۔ (۱)

۱۔ قال علیؑ: من لم یعرف مضرۃ شی لم یقدر ترکھا. (نہج البلاغۃ)

۱۳۱۔ لجاجت و ہٹ دھرمی اور مستقل مزاجی کے درمیان فرق کی تشخیص نہایت مشکل کام ہے کیونکہ دونوں ایک ہی شکل میں ظاہر ہوتی ہیں۔ والدین اور مربی حضرات کو غور و فکر سے کام لینا چاہئے تاکہ ان دونوں کی پہچان میں غلطی نہ کریں۔

۱۳۲۔ والدین اور مربی حضرات جو الفاظ اور باتیں بچوں اور نوجوانوں سے کہتے ہیں، ان کا بچوں کی شخصیت کی تشکیل میں بڑا عمل دخل ہوتا ہے مثلاً احترام کے ساتھ محبت آمیز جملات ان کی خودی کی تقویت میں نہایت اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ اس قسم کے جملات "اب تم بہت بڑے ہو چکے ہو، ایک مکمل مرد بن چکے ہو یا ایک مکمل عورت بن چکی ہو" ان کو اس بات پر ابھارتے ہیں کہ وہ اپنی مثبت جدوجہد کے ذریعے آپ کے لئے یہ بات ثابت کریں۔

۱۳۳۔ کوئی بچہ بھی بری خصلتوں اور برے اخلاق کے ساتھ پیدا نہیں ہوتا۔ رسول خداؐ نے فرمایا: "كل مولود يولد على الفطرة". کج خلقی، ہٹ دھرمی، ضد اور بہانہ تراشی کو بچوں کی ذاتی خصوصیات میں شمار نہیں کیا جا سکتا۔ لہذا بچے اصلاح پذیر ہیں اور ان کی شخصیت گھر اور اسکول کی زندگی کے دوران بنتی ہے۔ ان کی کاہلی، بہانہ تراشی اور خود غرضی، زندگی کے ابتدائی دنوں میں والدین اور ساتھ رہنے والوں کے ساتھ ان کے نامناسب طرز عمل کا نتیجہ ہیں۔

۱۳۴۔ بچوں کی بہانہ تراشی کے مقابلے میں سر تسلیم خم نہ ہونا اور آرام، صبر اور بردباری سے کام لینا انہیں سمجھا دے گا کہ آپ اس قسم کے رد عمل کو اہمیت نہیں دیتے۔ بشرطیکہ یہ بہانے وہ اپنے اس مقصد تک پہنچنے کے لئے وسیلے کے طور پر استعمال کر رہا ہو جس کے آپ مخالف ہیں۔ جب آپ اہمیت نہیں دیں گے تو وہ تھک جائے گا اور اپنے طرز عمل میں آہستہ آہستہ تبدیلی لائے گا اور سمجھ جائے گا کہ اپنے مطالبات کو منوانے کے لئے بہانہ تراشی کوئی اچھی عادت نہیں ہے۔

۱۳۵۔ بچے ہمارے چہرے اور ہمارا طرز تکلم دیکھ کر اور درخواست کی کیفیت بلکہ ہماری گفتگو کے انداز سے ہی بھانپ جاتے ہیں کہ کیا ہمارے دستور اور حکم کی بجا آوری ان پر ضروری ہے یا یہ کہ وہ اس کی انجام دہی سے جان چھڑا سکتے ہیں۔

۱۳۶۔ والدین اور مربی حضرات کبھی کبھار غیر شعوری طور پر بچوں کو نافرمانی پر ابھارتے ہیں مثال کے طور پر سنجیدگی اور مستحکم انداز میں بات کرنے کی بجائے منت سماجت کر کے یا ڈرا دھمکا کر یا بچے کے مطالبے کو پورا کر کے یا کسی چیز کا وعدہ وغیرہ کر کے یا دوسروں کو درمیان میں واسطہ قرار دے کر بات منوائی جاتی ہے، اب اس روئے کی وجہ سے وہ اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ نافرمانی کی جا سکتی ہے۔

۱۳۷۔ والدین اور مربی حضرات بچوں اور نوجوانوں کے سامنے اپنی خواہشات اور مطالبات کو سنجیدہ اور مستحکم انداز میں بیان کریں جس میں محبت و احترام بھی ملحوظ ہو۔ والدین کا طرز گفتگو، ان کی آواز کا زیر و بم، ان کا طرز عمل اور برتاؤ کا انداز کھوکھلا اور اعتماد سے خالی نہیں ہونا چاہئے کیونکہ یہ کام بچوں اور نوجوانوں کی نافرمانی اور سرکشی کا سبب بنے گا۔

۱۳۸۔ سرپرست اور مربی حضرات کو بچے کی شخصیت کا احترام کرنا چاہئے۔ بچوں اور نوجوانوں کے ساتھ اپنے برتاؤ میں محترمانہ انداز میں مندرجہ ذیل نکات مد نظر رکھیں:

۱۔ اخلاق اور محبت سے بات کریں۔

۲۔ بچے کے بہانوں اور ان کی فضول باتوں پر صبر اور سکون کا مظاہرہ کریں۔

۳۔ ادب و مہربانی کے ساتھ ڈرائے، دھمکائے اور توہین کے بغیر اس کی باتوں کو سنیں۔

۴۔ بچے کی عمر کا خیال رکھیں اور اس کی روحانی و نفسیاتی تقاضوں کو مد نظر رکھیں۔

۵۔ اس کے غلط کاموں کی وجوہات تلاش کریں اور یہ بھی جان لیں کہ بچوں اور نوجوانوں کی شخصیت کے ادب و احترام کا مقصد یہ نہیں ہے کہ والدین اور مربی حضرات ان کے تمام مطالبات اور تقاضوں کے سامنے سر تسلیم خم کر

لیں بلکہ ادب کے پیرائے میں بڑی سنجیدگی کے ساتھ رہنمائی کریں۔

۱۳۹۔ والدین جب اپنے بچوں سے کوئی بات اور تقاضا کریں تو مندرجہ ذیل نکات مدنظر رکھیں:

۱۔ تند خوئی، ڈانٹ پھٹکار اور غصے سے پرہیز کریں۔

۲۔ والدین اپنی خواہش واضح اور سنجیدہ انداز میں محبت اور مہربانی کے ساتھ بیان کریں۔

۳۔ خواہش و تمنا کے ذریعے اور دوسروں کو واسطہ قرار دے کر کام کا مطالبہ نہیں کرنا چاہئے۔

۴۔ تقاضا کسی وعدہ یا وعید کے ساتھ یا ملتجیانہ انداز میں نہیں ہونا چاہئے۔

۵۔ یہ کام ان کی توانائی، طاقت اور ذہنی صلاحیت کے مطابق ہو۔

۶۔ متعلقہ کام کرنے کے لئے ماحول سازگار ہو۔

۷۔ درس، کھیل یا کسی اور کام میں ان کی مصروفیت کا وقت نہ ہو۔

۸۔ یہ کام شرعی، اخلاقی اور عقلی معیاروں سے متصادم نہ ہو۔

۹۔ یہ تقاضا ایسی چیزوں کے بارے میں نہ ہو جو گھر یا اسکول والوں کی طرف سے ممنوع ہیں۔

۱۰۔ دھمکی چاہے حقیقی ہو یا غیر حقیقی سے بالکل استفادہ نہ کیا جائے کیونکہ غیر حقیقی دھمکی سے بچے کو جھوٹ بولنے کی عادت پڑ جائے گی۔

والدین اور مربی حضرات بچوں اور نوجوانوں کی غلط حرکات کو دیکھتے ہی ان کو ڈانٹنا اور مارنا پیٹنا شروع نہ کر دیں کیونکہ بچے ڈر کی وجہ سے ممکن ہے جھوٹ کا سہارا لیں اور یہ احساس کریں کہ وہ ڈرپوک، شکست خوردہ اور حقیر ہیں۔

۱۴۰۔ والدین کا طرز عمل ہمیشہ سنجیدہ، مستحکم، عاقلانہ، عادلانہ اور شرعی و عقلی ضوابط کے مطابق ہونا چاہئے۔

۱۴۱۔ غلط کام پر بچے کو ڈانٹنا اور مارنا پیٹنا اس بات کا باعث بنتا ہے کہ وہ ڈر کی وجہ سے اپنی بات صحیح ثابت کرنے کے لئے جھوٹ کا سہارا لے۔ وہ جب تک چھوٹا ہے کوئی خاص رد عمل ظاہر نہیں کرے گا لیکن جب بڑا ہو جائے گا تو ممکن ہے والدین کے سابقہ طرز عمل کی وجہ سے ان سے تعلقات ختم کر دے اور اپنی زندگی ان سے جدا کر لے کیونکہ سابقہ نا مناسب طرز عمل نے اس کے دل کو ٹھیس پہنچائی ہے اور اس کی روح کو مجروح کیا ہے۔

۱۴۲۔ بچوں اور نوجوانوں کی بے ادبی اور بد تمیزی کے سامنے بے صبری اور غصے کا مظاہرہ کرنا اور ان کے ساتھ سختی سے پیش آنا، تربیت کے لئے سب سے نقصان دہ راستوں میں سے ایک ہے۔ اس قسم کا طرز عمل بچوں کے گھر سے فاصلے اور ان کی زندگی میں متجاوزانہ جذبے کے پیدا ہونے کا سبب بنتا ہے جس کے نتیجے میں ممکن ہے مہر و محبت کے ساتھ جو تجویز بھی اس کے سامنے رکھی جائے (یہاں تک کہ اجنبی مفاد پرست افراد کی طرف سے بھی ہو) تو وہ بڑے آرام سے ان کی بات مان لے گا اور ان کی خواہشات پر عمل کرے گا۔

۱۴۳۔ زندگی کے دشوار حالات میں بچوں اور نوجوانوں کے جذبے کو تقویت پہنچانے کے لئے محبت آمیز الفاظ کے ذریعے ان میں خود اعتمادی کی حس مضبوط کرنا انہیں مایوسی سے نکالتا ہے اور کاموں کی انجام دہی میں انہیں کامیابی سے ہمکنار کرتا ہے۔

۱۴۴۔ حسن ظن اور مہر و محبت کا اظہار کرنے نیز سوچ بچار کے لئے مناسب حالات پیدا کرنے کے نتیجے میں بچے اور نوجوان دوسروں سے میل جول میں اپنے طرز عمل اور صلاحیتوں کا جائزہ لیتے ہیں۔ مثبت یا منفی نمونوں کے ساتھ اپنا موازنہ کر کے مثبت سمت کی طرف بڑھتے ہیں۔

والدین اور مربی حضرات زندگی کی حساس فرصتوں سے فائدہ اٹھا کر اور مناسب اور بہتر ماحول پیدا کر کے نوجوانوں کی ہدایت و رہنمائی کی طرف توجہ دیں۔ مثلاً ہم عمر

بچوں میں سے اچھے دوستوں کے انتخاب کے لئے مناسب ماحول فراہم کریں۔

۱۴۵۔ بڑے بچوں کو ان چھوٹے بچوں کی وجہ سے نہیں ڈانٹنا چاہئے جن کی روش شیرین اور محبت آمیز ہوتی ہے۔ اسی طرح بڑے بچوں کے مطالبات سے جان چھڑانے کے لئے یہ بہانا نہیں بنانا چاہئے کہ وہ بڑے ہیں اور یہ بچہ چھوٹا ہے کیونکہ یہ کام بچوں میں اختلاف و حسد پیدا ہونے اور والدین کے بارے میں بڑے بچوں کے اعتماد کو ختم کرنے کا سبب بنے گا۔

۱۴۶۔ آپ کھیل کی مدد سے بڑے آسان طریقے سے بچوں کو فرمان برداری پر آمادہ کر سکتے ہیں اور ان کے ساتھ کھیل میں شریک ہو کر اور اس میں مختلف کردار ادا کر کے ان سے اچھے تعلقات قائم کر سکتے ہیں اور اپنے مطالبات کے مقابلے میں ان کی مقاومت کو ختم کر سکتے ہیں۔ چھوٹے بچوں کی تربیت اور نشو و نما میں کھیل اور ورزش سے استفادہ کرنا بہت موثر ہے۔

۱۴۷۔ خوش خلقی، خوش طبعی، اچھے اچھے قصے سنانا اور کھیل میں رغبت و شوق دلانا بچوں کی روح کی گہرائی میں اچھے مربی حضرات کی باتوں کے اثر انداز ہونے کی راہ ہموار کرتے ہیں۔

۱۴۸۔ حوصلہ افزائی اگر بچے کے اخلاقی رشد کے لئے ہو تو یہ تربیت کی ایک عمدہ روش ہے لیکن اس طریقے کا مکرر اور بے جا استعمال منفی خصلتوں کے پھلنے پھولنے کا سبب بنتا ہے۔ اس طرح بچہ ہمیشہ اپنے آپ کو دوسروں سے برتر سمجھتا ہے، وہ ہمیشہ خود نمائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے خود کو بے نظیر سمجھتا ہے اور اپنے آپ کو انعام کا مستحق سمجھتا ہے۔

۱۴۹۔ بعض والد صاحبان کوشش کرتے ہیں کہ بچے کی تربیت کی ذمہ داری میں اپنے فرائض اپنی بیوی کے کندھوں پر ڈال دیں اور وہ ہمیشہ یہ خیال کرتے ہیں کہ بچے کے ساتھ وقت گزارنے کا مطلب بیکار ہونا، بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا اور کافی وقت

صرف کرنا ہے اور یہ کام ان کی مصروفیات سے میل نہیں کھاتا۔ (مثال کے طور پر ان کو کوئی کام کرنا ہے یا درس پڑھنا ہے ادھر دوسری طرف وہ یہ سوچتے ہیں کہ خود ان کا مستقبل بچوں کے ساتھ وقت گزارنے سے اہم ہے)۔ اس قسم کے والد صاحبان اپنے بچوں کے حقوق و فرائض کو بھلا بیٹھے ہیں۔ (۱)

۱۵۰۔ والدین اگر اپنے بچوں سے محبت آمیز تعلق قائم کریں اور ان کے معقول مطالبات پر کان دھریں تو وہ بھی قدرتی طور پر اپنی دلی باتیں والدین کے سامنے بیان کریں گے لیکن اس کے بر عکس بچوں کی طرف توجہ نہ دینا اور ان کے طرز عمل کا مذاق اڑانا، والدین اور بچوں کے درمیان مہر و محبت کے منقطع ہونے کا سبب بنے گا۔

۱۵۱۔ والدین جب اپنے بچوں کے سامنے ہوتے ہیں تو انہیں مکمل طور پر ادب و احترام کا خیال رکھنا چاہئے اور انہیں اپنے بچوں کے بارے میں ایسا کام نہیں کرنا چاہئے کہ وہ خود کو والدین سے بیگانہ تصور کریں اور وہ دوسروں کی توجہ حاصل کرنے اور ان سے دوستی کرنے کے لئے کوشاں رہیں۔

۱۵۲۔ بچوں اور نوجوانوں کا طرز عمل ان خاص اخلاقی اور تربیتی اصولوں اور اقدار کی بنیاد پر استوار ہے جو والدین شعوری یا لا شعوری طور پر زندگی میں اپنے بچوں کے متعلق اپناتے ہیں۔ اگر وہ منطقی اور صحیح و استوار اصولوں پر مبنی طرز عمل اختیار کریں گے تو بچہ اور نوجوان یہ سیکھ جائے گا کہ کس طرح زندگی گزاری جائے لیکن اگر متزلزل جذبے اور غیر معقول اور نا ہم آہنگ طرز عمل کا مظاہرہ کریں تو والدین اس بات کا سبب بنیں گے کہ بچہ اور نوجوان اپنے مطالبات منوانے کے لئے دباؤ اور منت سماجت کو اپنی کامیابی کا راز سمجھے۔ یہ واضح سی بات ہے کہ اس قسم کے والدین اپنے بچوں کے مطالبات کے

۱۔ قال رسول اللّٰہ (ص): "ادبوا اولادکم فانکم مسؤولون عنھم". یعنی اپنی اولاد کی تربیت کرو کیونکہ تم لوگ اپنی اولاد کے بارے میں جوابدہ ہو۔

سامنے منفی جواب نہیں دے سکتے جس کے نتیجے میں بچے لالچی بن جائیں گے۔

۱۵۳۔ بچے اور نوجوان توجہ اور اہمیت کے ساتھ اپنا طرز عمل اور اپنا کردار والدین کے اپنے ساتھ خاص تعلق کی بنیادوں پر قائم کرتے ہیں۔ وہ گھرانے جن میں والدین کی ساری کوشش بچوں کے لئے آسائش اور تعیش کے وسائل فراہم کرنا، ان کے غیر منطقی مطالبات کو پورا کرنا اور ان کی ہر بات پر کسی چون و چرا کے بغیر عمل کرنا ہو وہاں بچے بگڑ جائیں گے کیونکہ والدین کی فقط یہ کوشش رہی ہے کہ ان کے آرام و آسائش کے اسباب مہیا کریں اور بغیر اس کے کہ انہیں حقائق اور محرومیوں سے آگاہ ہونے دیں ان کے سب کام وہ خود انجام دیتے ہیں۔ ایسی صورت حال میں گھر، بچوں میں بڑھتی ہوئی خود پرستی، خود خواہی اور ان کی غیر منطقی توقعات کے لئے مناسب مقام ہوگا۔

۱۵۴۔ نوجوانوں سے والدین کا (کسی چیز کے بارے میں) تقاضا اور مطالبہ اچھے کاموں کی ترغیب اور تشویق کی بنیاد پر ہونا چاہئے نیز یہ ان کے اندرونی رجحانات کو اچھائی کی طرف موڑنے کے لئے ہونا چاہئے۔ یہ اندرونی رجحان بلا استثناء تمام افراد میں موجود ہوتا ہے۔ والدین کو چاہئے کہ اس تربیتی وسیلے سے فائدہ اٹھا کر خود کو کسی طرح نوجوان کے قریب لائیں اور اس کے ساتھ ایک دوستانہ اور مخلصانہ رابطہ اور تعلق قائم کریں اور نوجوان کو مثبت علمی، دینی اور معاشرتی سرگرمیوں کی طرف اس حد تک ترغیب دلائیں کہ یہ کام اس کی تھکاوٹ اور دماغی علالت کا موجب نہ بنے اور ہرگز بچے کو جبر و تشدد اور دباؤ کے ذریعے عبادات پر آمادہ نہ کریں۔

۱۵۵۔ اگر خاندان اور والدین، صحیح اسلامی اور ثابت و سنجیدہ اخلاقی اصولوں کے مطابق بچوں اور نوجوانوں کے ساتھ پیش آئیں تو وہ انہیں اس بات میں مدد دیں گے کہ معاشرے میں اور مختلف مواقع پر وہ کس طرح مناسب رد عمل ظاہر کریں۔

۱۵۶۔ والدین کو چاہئے کہ طبیعی و منطقی طریقے سے اور ضروری احتیاط کے ساتھ

اپنے بچوں کو دوسرے بچوں کے ساتھ رفت و آمد کی اجازت دیں تاکہ وہ ہر قسم کی خیال بافی اور برتری کا تصور کئے بغیر اپنا جائزہ لے سکیں۔ البتہ اس بارے میں اچھے ہم سن اور مومن گھرانوں کی طرف توجہ دینی چاہئے۔

۱۵۷۔ اپنے بچوں کی مدد کریں تاکہ وہ اپنے مثبت و منفی پہلوؤں کا حقیقی تصور کر سکیں اور وہ ہرگز خود کو کم نظیر اور بے مثال تصور نہ کر بیٹھیں۔

۱۵۸۔ اگر گھریلو حالات اور گھرانے میں اخلاقی تعلقات متعادل ہوں تو بچہ کوشش کرتا ہے کہ ممکنہ حد تک اپنی مشکلات پر قابو پالے۔ والدین بچے کی راہ میں آنے والی قدرتی رکاوٹوں کو نہ ہٹائیں بلکہ غیر ضروری مواقع پر مداخلت بھی نہ کریں اور اسے اکیلے سیکھنے کا موقع دیں کہ کس طرح نا مساعد حالات کا مقابلہ کرے۔ بچہ اس وقت اپنا طبیعی رد عمل دکھا سکتا ہے کہ جب اسے آپ کی حمایت حاصل نہ ہو۔

۱۵۹۔ والدین کوشش کریں کہ اپنی اولاد کی شخصیت کو دوسروں پر متکی نہ ہونے کی تربیت دیں اور اس طریقے سے ان کے کاموں کو سمت دیں تاکہ وہ اپنے پاؤں پر کھڑے ہوں کیونکہ جس شخص میں خود اعتمادی پیدا ہو جائے وہ بدرجہا اس شخص سے زیادہ پر سکون ہوتا ہے جس کا انحصار دوسروں پر ہے۔

۱۶۰۔ والدین اور مربی حضرات کو چاہئے کہ نوجوانوں کے سامنے اپنے فیصلوں میں حق کی جانبداری کا خیال رکھیں۔ کبھی کوتاہی نہ کریں، ثابت قدمی اور سنجیدگی کے ساتھ حق کی حمایت کریں اور غیر جانبدارانہ اور منصفانہ رویہ اپنائیں تاکہ وہ عمل میں ایسے مسائل سے آگاہی حاصل کریں اور سیکھ لیں۔

۱۶۱۔ والدین عملی طور پر اپنے بچوں کو یہ بات سکھائیں کہ بردباری کا مظاہرہ کرنا اور مخالف کے عقائد کو تحمل کرنا پسندیدہ خصلت ہے اور خود عملی طور پر یہ ثابت کر دکھائیں کہ وہ دوسروں کے عقائد کو برداشت کر سکتے ہیں۔ والدین اپنے عقائد پیش کرنے اور اس پر بحث اور تبادلہ خیال کرنے کے لئے ایک سازگار اور آزادانہ ماحول فراہم کر کے

بچوں اور نوجوانوں کی قوت فکر و استدلال کو تقویت پہنچا سکتے ہیں۔

یہ بات عملی طور پر انہیں سکھائیں کہ اپنی غلطی کا احساس ہونے کی صورت میں بہادری کے ساتھ اس غلطی کا اعتراف کریں اپنے افکار و اخلاق کی اصلاح اور ترقی کے لئے کوشاں رہیں اور ذمہ داری قبول کرنے سے پہلو تہی نہ کریں۔

۱۶۲۔ طالب علم کے سوالات کا جواب ہمیشہ جلدی، مکمل، سہل اور آسان طریقے سے پیش نہیں کرنا چاہئے بلکہ مطالب کو اس طرح بیان کرنا چاہئے اور ایسا ماحول فراہم کرنا چاہئے کہ طالب علم کو سوچنے کا موقع ملے اور وہ خود آسانی سے اپنے سوال کا جواب ڈھونڈ سکے۔

۱۶۳۔ بعض اساتذہ اور مربی حضرات اسکول میں اپنا فریضہ فقط یہی سمجھتے ہیں کہ کلاس میں حاضر ہوں اور خشک و بے جان ماحول میں یک طرفہ طور پر بعض مطالب شاگردوں کے سامنے بیان کریں۔ ایسے اساتذہ اور مربی حضرات کو یہ معلوم نہیں کہ انسانی روح میں رشد اور ذہنی قبولیت کے بارے میں کتنی نفسیاتی، عاطفی اور جذباتی پیچیدگیاں پائی جاتی ہیں اور جب تک کسی بات کے سیکھنے کا شوق اور محرک نہ پایا جاتا ہو تو وہ بات ان کے ذہن میں نہیں اتر سکتی۔ ان کی بے ہنگم نیز پلاننگ اور ضابطے کے بغیر ان کا برتاؤ اس بات کا باعث بنتے ہیں کہ بہت سی صلاحیتیں اور ملک کے مستقبل کا سرمایہ، ترقی کرنے اور پھلنے پھولنے کی بجائے پژمردہ ہو کر علمی و اخلاقی کمال تک پہنچنے سے محروم ہو جائیں۔

بچے اور نوجوان کے ساتھ طرز عمل
میں اہم عملی نکات کا خلاصہ

۱۔ صبر و حوصلہ اور کھلے دل سے کام لینا نیز کام میں دلچسپی لینا۔

۲۔ بچے اور اس سے رکھی جانے والی توقعات کے بارے میں اپنے افکار و جذبات سے آگاہی رکھنا۔

۳۔ بچے اور اور اس کے رشد کے مراحل کے بارے میں مکمل آگاہی نیز ہر مرحلے کی بیالوجیکل اور نفسیاتی خصوصیات سے آگاہی رکھنا۔

۴۔ بچے کی زندگی کے مختلف حالات میں عطوفت و مہربانی کے سلسلے میں ثابت قدم رہنا۔

۵۔ انفرادی امتیازات اور صلاحیتوں کی طرف توجہ اور بچوں کا ایک دوسرے سے موازنہ نہ کرنا۔

۶۔ اس بات کی طرف توجہ رکھنا چاہئے کہ ضروری نہیں کہ بچہ ہمارے تمام احکام اور کئے ہوئے کاموں کو بجا لائے بلکہ اس بارے میں گنجائش اور حالات کو مد نظر رکھیں اور بالواسطہ طریقے سے اس کی رہنمائی کریں۔

۷۔ کوشش کریں کہ اس کے لئے مطمئن اور محبت سے معمور ماحول فراہم کریں اور رازداری کے ذریعے خود پر اس کا اعتماد حاصل کریں۔

۸۔ بچوں کے درمیان عدالت اور مساوات کا خیال رکھیں اور بچوں کی مخصوص خصوصیات سے متاثر ہو کر عمل نہ کریں۔

۹۔ دلیل اور استدلال کے ذریعے بچوں کی غلطیوں سے ان کو آگاہ کریں اور اس بارے میں ہرگز سخت اور توہین آمیز کلمات استعمال نہ کریں۔

۱۰۔ اطمینان بخش ماحول فراہم کریں تاکہ بچے آزادانہ طور پر اپنے جذبات و احساسات کا اظہار کر سکیں۔

۱۱۔ بچے سے واضح اور منطقی انداز میں اپنی بات کا تقاضا کریں اور اپنی بات کی وجہ بھی بیان کریں۔

۱۲۔ بچے کے حالات اور اس کی نفسیاتی اور روحانی صورت حال کی طرف توجہ رکھیں نیز ہمیں یہ معلوم ہونا چاہئے کہ کس وقت کس کام کے لئے اس سے کہیں۔ اپنے تقاضوں کے بارے میں جلدی اور عجلت سے کام نہ لیں۔

۱۳۔ بچے کے مطالبات کے بارے میں حساس اور باریک بین ہونا چاہئے۔ اس کی مشکلات کو مد نظر رکھیں اور منطقی طریقے سے اس کی رہنمائی کریں۔

۱۴۔ تربیت کے طریقہ کار اور اس کے نمونے پیش کرتے وقت، گھر میں ماں اور باپ کے درمیان اور اسکول میں مربی اور معلم کے درمیان، وحدت اور ہم آہنگی ہونی چاہئے تاکہ بچے کے اضطراب میں کمی ہو اور اس کے احساسات میں پختگی آئے اور اس کی حوصلہ افزائی ہو۔

۱۵۔ بچوں سے سروکار رکھتے وقت سخت گیری اور تعصب سے پرہیز کریں اور ان پر نا معقول الزامات لگانے سے پرہیز کریں۔

۱۶۔ بچوں کی شخصیت کے رشد اور ان میں اچھی صفات پیدا کرنے کا بہترین طریقہ، ان کا احترام، اس بارے میں ان کی تشویق اور ان کی حوصلہ افزائی ہے۔

۱۷۔ بچے کو مارنے پیٹنے، ڈانٹنے اور دوسروں کے سامنے اسے شرمندہ کرنے سے پرہیز کریں۔

۱۸۔ بچے کی بات ہرگز نہ کاٹیں نیز دوسرے لوگوں اور اس کے ہمجولیوں کے سامنے اس کا مذاق نہیں اڑانا چاہئے۔

۱۹۔ بچوں کے سوالات کا جواب دیتے وقت صراحت، گفتار میں صداقت اور

جواب کے واضح، سادہ اور مختصر ہونے کو نہیں بھولنا چاہئے۔

۲۰۔ بچے کے جذبات، حالات اور خصوصیات کو جاننا چاہئے اور ہر بچے کے ساتھ اس کے جذبے اور اس کے اندرونی رحجانات کے مطابق پیش آنا چاہئے۔

۲۱۔ بچوں کے ذاتی کاموں اور ان سے مربوط مسائل کی انجام دہی میں ان کی مدد کرنی چاہئے اور تعاون اور شرکت کے ذریعے انہیں اپنے کام بجالانے پر آمادہ کیا جائے۔

۲۲۔ تربیت کے لئے ہر قسم کا پروگرام بچوں کی ضروریات، ان کی جذباتی و روحانی خواہشات اور ان کی استعداد اور عمر کے مطابق ہونا چاہئے تاکہ موثر واقع ہو سکے وگرنہ کوئی پروگرام بھی بچوں میں تحرک پیدا نہ کر سکے گا۔

۲۳۔ جہاں تک ممکن ہو بچوں کے سامنے اپنی خواہشات اور کاموں کا اظہار بالواسطہ اور سوال کی شکل میں کریں۔

۲۴۔ کھیل اور بھاگ دوڑ کے وقت، بچے کو کبھی بھی کسی کام کے لئے نہ کہیں اور اسے اس بہترین جذباتی حالت سے محروم نہ کریں جو اسے اپنے دوستوں کے ساتھ جمع ہو کر میسر آئی ہے۔

۲۵۔ بچے سے برتاؤ اور تعلق کا ماحول، خوشی اور اظہار محبت سے بھرپور ہونا چاہئے۔ گھریلو گفتگو کے دوران ایسا ماحول فراہم کریں کہ بچہ اپنے قلبی اور اندرونی رازوں کو ظاہر کر دے اور آپ اس کے اندرونی مقاصد سے آگاہ ہو سکیں۔

۲۶۔ تعلیم کے بارے میں والدین اور مربی حضرات بڑے لطیف اور دقیق انداز میں بچے کی رہنمائی کریں اور طبیعی انداز میں سوالات کر کے اسے موضوع کو سمجھنے اور مطالب کا جواب دینے کے لئے ابھاریں تاکہ وہ آپ کی مدد اور رہنمائی کے ذریعے صحیح مفاہیم تک پہنچ سکے۔

۲۷۔ بچوں کی شخصیت کا احترام کریں اور جب کبھی آپ یا گھر کے دوسرے افراد اس کی چیزوں کو اٹھانا چاہئیں تو اس سے اجازت لیں تاکہ وہ بھی جلد از جلد دوسروں کا

احترام کرنا سیکھ لیں۔

۲۸۔ ہم عمر اچھے بچوں کے ساتھ روابط بڑھانے میں بچوں کی مدد دیں۔

۲۹۔ گھر میں صحیح برتاؤ، طرز عمل، مضبوط موقف اور مختلف مسائل پیش کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی وضاحت کریں تاکہ بچے اچھے اور برے کاموں میں تمیز کر سکیں۔

۳۰۔ وہ بچے جنہیں مارا پیٹا جاتا ہے اور ڈانٹ ڈپٹ پڑتی ہے وہ ہمیشہ والدین کے دباؤ اور کنٹرول میں ہوتے ہیں اور زندگی میں نفسیاتی دباؤ اور نا امنی کے احساس کا شکار رہتے ہیں۔ یہ لوگ ڈرپوک ہوتے ہیں، جلد ہی ہتھیار ڈال دیتے ہیں، بات کرنے کی ہمت نہیں رکھتے اور اپنا ما فی الضمیر واضح طور پر بیان نہیں کر سکتے۔ بڑھاپے میں وہ ہر قوت کی مخالفت کرتے ہیں۔

۳۱۔ والدین اور مربی حضرات کو اس بات کی طرف توجہ رکھنی چاہئے کہ اگر بچہ کسی خطا یا غلطی کا مرتکب ہو تو کسی طرح سے آپ کی طرف سے نا مطلوب رد عمل کا اظہار ہونا چاہئے۔ اگر اس نے کسی قسم کے رد عمل کا مشاہدہ نہ کیا ہو تو وہ خیال کرے گا کہ اس کے کام کی ضمنی طور پر تائید ہوگئی ہے۔

۳۲۔ ہمیں معلوم ہونا چاہئے کہ بچے پہلے سات سالوں میں بالکل آزاد ہیں اور ان کی خواہشات کا خیال رکھنا چاہئے لیکن دوسرے سات سالوں میں جب وہ اسکول میں داخل ہوتے ہیں یقیناً سختی کے بغیر انہیں ایک خاص نظم و ضبط کا پابند بنانا چاہئے۔ نظم و ضبط کی پابندی اور ان کے سپرد کے گئے کاموں کے بارے میں ان پر مسلسل نظارت کے ذریعے ان کی مدد کی جائے۔

۳۳۔ اسلامی آداب اور اصولوں کی بنیاد، پرائمری اسکول کے دوران پڑتی ہے۔ گھر والوں کی نگرانی اور گھر اور اسکول میں ان کی رعایت بچوں کی اجتماعی شخصیت کی تشکیل میں اچھی عادات کے حصول کا موجب بنیں گی۔

۳۴۔ والدین اپنی اولاد کے ساتھ مہر و محبت کا اظہار کرنے کے ساتھ ساتھ ان

مواقع پر کہ جہاں نوجوان غیر معقول مطالبہ پیش کریں اور ہٹ دھرمی اور شور و غل کے ذریعے ہر صورت میں اپنے مطالبے کو عملی جامہ پہنانا چاہئیں، صبر و بردباری اور کبھی کبھار خاموشی اختیار کریں اور عادی ماحول فراہم کر کے اسے سکھائیں کہ ممکن ہے کہ انسان کو زندگی میں ناکامیوں کا بھی سامنا کرنا پڑے۔

۳۵۔ بلاواسطہ تعلیم کا مرحلہ پرائمری اسکول کے ابتدائی دور سے شروع ہوتا ہے۔ سات سال سے پہلے بچے کو نظم و انضباط کے پروگراموں یا سخت آداب و رسوم کی تعلیم نہیں دینی چاہئے۔ بچہ کو اس مرحلے میں گھر میں سکون، آزادی اور امن کا احساس ملنا چاہئے۔

۳۶۔ ابتدائی مرحلے میں نظم و ضبط اور اچھی عادات سکھانے کے لئے بنیادی شرط، گھر اور اسکول میں مناسب آئیڈیل اور نمونہ پیش کرنا ہے۔ یہ ہم آہنگ روش اور برتاؤ کے ذریعے ممکن ہے۔

۳۷۔ جب اولاد کے درمیان اختلاف پیدا ہو تو والدین عدل و انصاف کا خیال رکھتے ہوئے صراحت، سنجیدگی اور مہر و محبت کے ذریعے انہیں اپنی ذمہ داریوں سے آگاہ کریں۔

۳۸۔ خطا کار بچے کو مارنے پیٹنے اور ڈانٹنے کی بجائے بعض ضروری مواقع پر بردباری اور قاطعیت کے ساتھ اس کے مطالبات اور اس کی پسند کی چیزوں جیسے ٹی وی دیکھنے، کھلونے خریدنے یا گھومنے پھرنے کے لئے جانے سے اسے محروم کیا جائے۔

۳۹۔ افسوس کی بات ہے کہ بعض والدین تزکیہ اور خود سازی کے فقدان کے باعث، جب اپنے بچے کو کسی غلط کام کا ارتکاب کرتے ہوئے دیکھتے ہیں تو اپنے اعصاب پر کنٹرول نہیں کر سکتے اور اپنے غصے کو ٹھنڈا نہیں کر سکتے یہاں تک کہ کچھ سوچے سمجھے بغیر اسے مارنا پیٹنا شروع کر دیتے ہیں۔ وہ اس کام کے برے نتائج اور آثار کی طرف توجہ نہیں کرتے کہ اس طرح کا طرز عمل بچے کے وجود اور اس کے مستقبل پر کیا نتائج مرتب کرے گا۔ حالانکہ بچہ بہت سے اعمال کے غلط ہونے کے بارے میں چندان آگاہی نہیں

رکھتا جن کا وہ مرتکب ہوتا ہے۔

۴۰۔ بچے کو غلط طرز عمل سے روکنے کے لئے ایسا ماحول فراہم کیا جائے کہ غلط کام اور غلط طرز عمل پر اسے کوئی انعام نہ دیا جائے۔ دوسرے الفاظ میں اس کی حوصلہ افزائی نہ کی جائے اور اس کے طرز عمل اور کام پر توجہ نہ دی جائے۔

تعلیم و تربیت کے سلسلے میں چند اہم ہدایات

۱۔ تربیتی کام منصوبہ بندی سے کریں۔

۲۔ غلط طریقے سے بچوں کا ایک دوسرے کے ساتھ موازنہ نہ کریں۔

۳۔ اولاد کے درمیان عدل و مساوات کا خیال رکھیں۔

۴۔ بچوں سے اپنے سلوک کے دوران مہربان، سنجیدہ، مستقل اور استوار رہیں۔

۵۔ اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کی اہمیت کے بارے میں بچوں کے سامنے نمونے پیش کریں۔

۶۔ صبر اور غور و فکر کے ساتھ، اپنے بچوں کو گفتار میں تامل اور سوچ کر بات کرنا سکھائیں۔

۷۔ اپنے بچوں کی مدد کریں تاکہ وہ اپنے آپ کو اچھی طرح پہچان سکیں اور دوسروں کی توہین کرنے سے بچیں۔

۸۔ مناسب سوالات اور مختلف ابحاث کے ذریعے بچوں کو تفکر و تعقل اور اظہار رائے کے لئے آمادہ کریں اور طبیعی طور پر ان میں سوچ بچار اور فیصلہ کرنے کی عادت ڈالنے کی کوشش کریں۔

۹۔ جب آپ بچوں کے ناپسندیدہ کام سے پریشان ہوں تو اس بارے میں ان سے سوال کرنا اور وضاحت طلب کرنا مثبت تاثیر رکھتا ہے۔ بردباری کے ساتھ بالواسطہ طور پر اور مناسب فرصت اور مناسب وقت میں آپ اس قسم کے سوالات کر سکتے ہیں۔

۱۰۔ بچے کو کنٹرول کرنے کا مطلب اس کی فعالیت اور جوش و جذبے کو محدود کرنا ہرگز نہیں۔

۱۱۔ مشکلات اور دوسروں کے برے طرز عمل کے مقابلے میں بردباری اور ثابت قدمی دکھائیں تاکہ بچہ بھی سیکھ لے کہ مشکلات پیش آنے پر بردباری اور حوصلے سے کام

لینا چاہئے۔

۱۲۔ نصیحت اور رہنمائی کے دوران استبدادی روش سے پرہیز کریں اور ہرگز دھمکی، تحقیر، سرزنش، طعنہ اور مذاق کے روپ میں امر و نہی نہ کریں۔

۱۳۔ بچوں سے سروکار کے سلسلے میں ان کی عمر، ماحول، روحانی اور جذباتی خصوصیات اور ان کے ذہنی رشد کے مراحل کو مد نظر رکھیں۔ بچوں کی عمر اور ان کی گنجائش کے مطابق ان کو ذمہ داری سونپیں۔

۱۴۔ یہ بات جان لیں کہ اچھی تربیت، اچھے، سنجیدہ اور مہر و محبت سے بھرپور گھرانے کا میوہ ہے۔ (۱)

۱۵۔ بچوں میں خود اعتمادی کی تقویت اور دوسروں کے بارے میں ان کے اندر حسن ظن کا احساس پیدا کرنا ضروریات میں سے ہے۔ بر محل مہر و محبت کے اظہار کے ساتھ بچوں میں بات سننے کی عادت پیدا کریں۔

ACC No. 7120 Date 1/4/۹۲
Section .... Status ....
D.D. Class ....
NAJAFI BOOK LIBRARY

۱۔ رسول اکرم (ص): "خیرکم خیرکم لاهله" یعنی تم میں بہترین وہ ہے جو اپنے گھرانے کے لئے بہترین ہو۔ (نہج الفصاحہ)